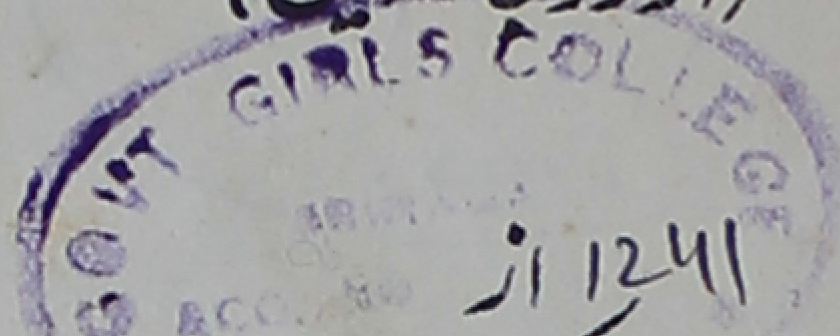
شاہراہِ زندگی

دُنیا کی ایک نہایت قدیم اور بیحد مفید و سبق آموز تصنیف

(اُردو جامہ میں)



از

پروفیسر رام سُروپ کوشل وِدیا بھوشن ایم۔ اے

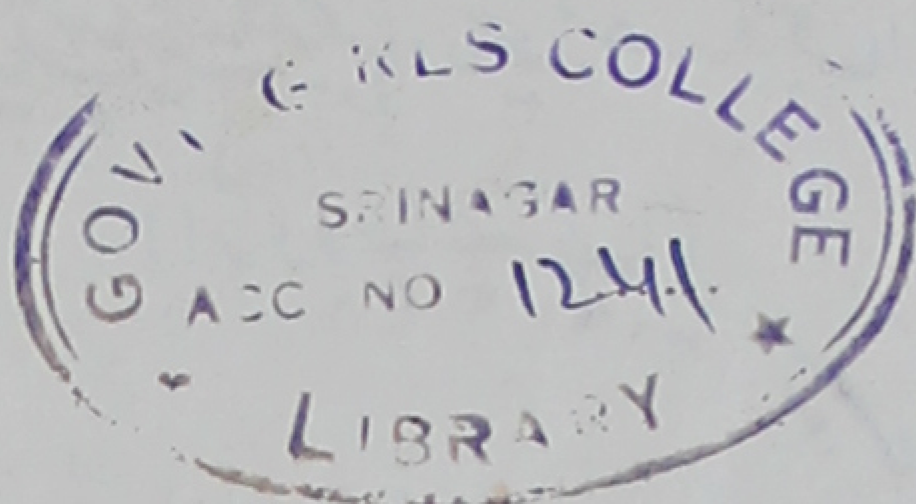
پبلشرز:-

لاجپت رائے اینڈ سنز تاجرانِ کتب لاہور

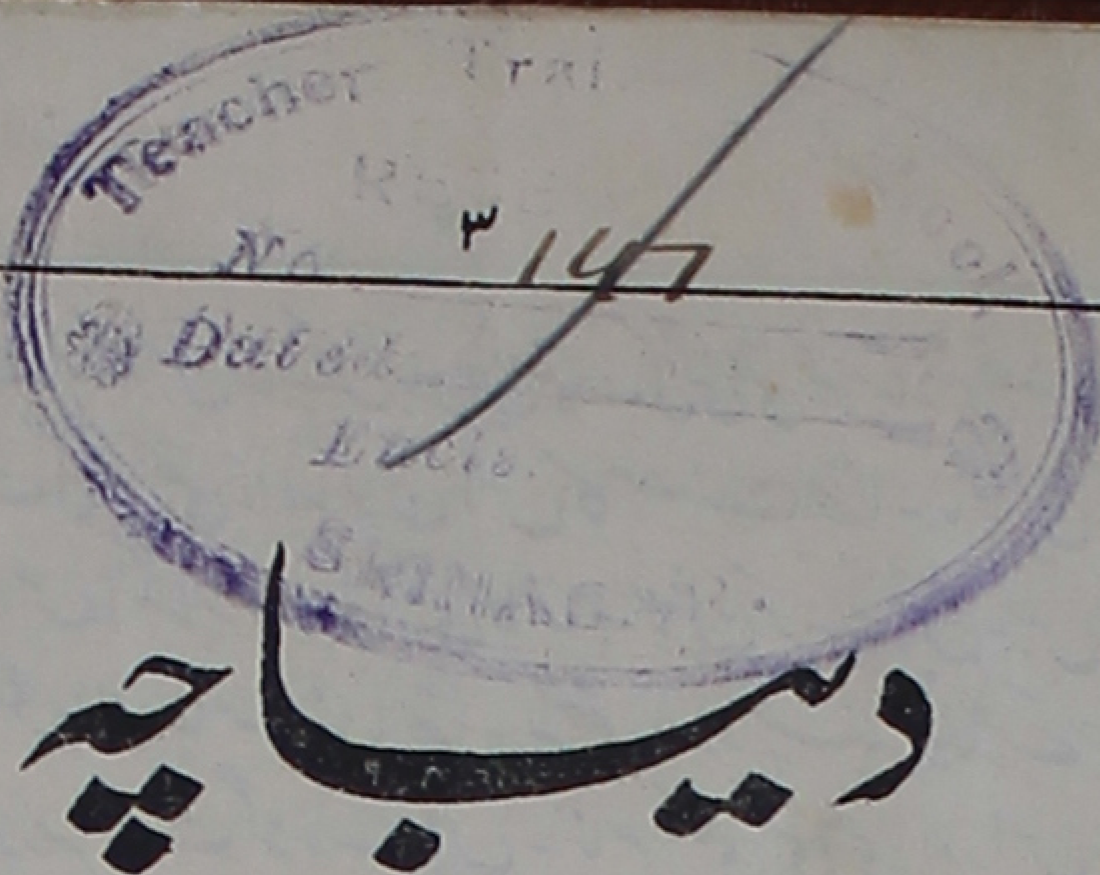
قیمت عہ

بار اول

گیلانی الیکٹرک پریس لاہور



باہتمام پرنٹر پبلشرز
سوم پرکاش ساہنی
نے لوہاری دروازہ لاہور سے شائع کیا



دیباچہ

یہ کس قدر افسوس اور حیرت کا مقام ہے۔ کہ جس قابل قدر اور موتیوں
میں تولنے کے لائق کتاب کو اٹھارویں صدی کے آخری نصف حصّہ میں
مغربی ممالک میں اِس قدر مقبولیت اور ہر دلعزیزی حاصل ہوئی اور
جس کے بیش قیمت نصائح سے انگریز۔ فرانسی۔ جرمن۔ اطالوی وغیرہ
وغیرہ یورپ کی تمام بڑی بڑی اور ترقی یافتہ قومیں مستفید ہوئیں۔ اس
کا ہندوستان میں ——— اردو زبان میں ——— نام تک نہ سُنائی
دے۔ کتاب ہذا پر پہلے پہل ایک چینی عالم کی نگاہ پڑی۔ اور اس نے چینی
زبان میں اس کا ترجمہ کیا۔ اس کے بعد ایک انگریز عالم نے جو اس زمانے
میں چین میں رہتا تھا۔ اُسے دیکھا اور اس کا ترجمہ انگریزی زبان میں کر
ڈالا۔ اور اُسی کے ذریعہ اس کتاب کی سب سے پہلے ۱۷۵۱ء میں انگلستان
میں اشاعت ہوئی۔ انگریزی ترجمہ نے بہت جلد قبولِ عامہ کی سند حاصل
کر لی۔ اس سے انگیریزوں نے خوب فائدہ اٹھایا۔ اور وہ انگریزی ادب
میں ایک نہایت قیمتی اور قابل قدر اضافہ سمجھا گیا۔ اِس کے بعد فرانسیسی
جرمنی۔ اطالوی وغیرہ زبانوں میں اس کے تراجم شایع ہوئے۔ جو بے حد
مقبول ہوئے۔

ایسا کوئی اطمینان بخش ثبوت ہمارے سامنے موجود نہیں ہے۔ جس

سے یہ پتہ لگ سکے - کہ اصل کتاب کس زبان میں تصنیف کی گئی تھی کس زمانہ میں تصنیف کی گئی تھی - کہاں تصنیف کی گئی تھی - اور کون اس کا مصنف تھا - ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے ہم اس انگریز عالم کی چٹھی کا ترجمہ پیش کرتے ہیں - جس نے اس کتاب کو انگریزی جامہ پہنایا تھا - یہ چٹھی لارڈ چسٹر فیلڈ کے جو ادب اور ادبا کے مشہور سرپرست گزرے ہیں - نام لکھی گئی تھی اور اس سے مندرجہ بالا باتوں پر کافی روشنی پڑتی ہے ؛

چٹھی

پیکن
۱۲ مئی ۱۷۴۹ء

بخدمت شریف جناب لارڈ چسٹر فیلڈ صاحب

جناب والا !

۲۳ دسمبر ۱۷۴۸ء کو جو چٹھی میں نے ارسال خدمت کی تھی - اس میں اس وسیع سلطنت کے خاص خاص مقامات کے حالات اور اُس کی قدرتی تاریخ کے بارے میں جو کچھ مجھے لکھنا تھا - وہ سب لکھ چکا ہوں - اس کے بعد میرا ارادہ تھا - کہ چند خطوط میں میں آپ کو یہاں کے آئین قوانین - انتظام سلطنت - مذہب - رسم ورواج اور چین کے باشندوں کی طرز معاشرت کا پورا پورا حال لکھوں لیکن حال میں ایک نہایت اہم واقعہ رونما ہوا ہے جس کی وجہ سے مجھے اپنا ارادہ فی الحال کچھ عرصہ کے لئے ملتوی کر دینا پڑا ہے - چین کے عالموں کی کامل توجہ آج کل اسی واقعہ کی طرف مبذول

ہو رہی ہے - اور یہ عین ممکن ہے - کہ کچھ عرصہ بعد یورپ کے عالموں کی توجہ بھی اُس طرف مبذول ہو - اس خیال سے کہ آپ ایسے مشہور زمانہ شیدائے علم و ادب اور ادیب نواز کے لئے اِس واقعہ کے حالات کا مطالعہ خالی از دلچسپی نہ ہوگا - اس کے متعلق آج تک جو جو باتیں معلوم ہو سکی ہیں میں وہ تمام بے کم و کاست عرضِ خدمت کرتا ہوں ؎

چین سے ملحق مغرب کی جانب ایک بہت لمبا چوڑا ملک ہے - جو تبت کے نام سے مشہور ہے - بعض لوگ اُسے براَن ٹولا بھی کہتے ہیں - اِس ملک کے لاسہ نام کے ایک صوبہ میں بُت پرستوں کا گورو دلائی لاما رہتا ہے چین والے بھی دیوتا سمجھ کر اُس کی پرستش کرتے ہیں - چونکہ مذہب کی طرف ان کی طبیعت کا رجحان زیادہ ہے - اس لئے لاکھوں آدمی اس کی دعائے خیر پانے کے لئے لاسہ جا کر اس کے درشن کرتے اور نذرانے چڑھاتے ہیں - اِس کا عالیشان محل مانہ پاؤ تالا نام کے ایک پہاڑ پر بنا ہؤا ہے - اِس پہاڑ کے ارد گرد اور لاسہ کے صوبہ بھر میں اتنے لاما رہتے ہیں - کہ اگر انہیں شمار کر کے اُن کی تعداد بیان کی جائے - تو لوگ ہرگز باور نہ کریں - اِن میں سے اکثر نے اپنی رہائش کے لئے بہت بڑے بڑے اور خوبصورت مندر تعمیر کرائے ہوئے ہیں - عوام انہیں بھی بڑی عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں - مگر دلائی لاما سے کم - اٹلی کی طرح سارے ملک میں مذہبی رہنما ہی مذہبی رہنما نظر آتے ہیں - ان لوگوں کا گزارہ ان تحفے تحائف اور نذرانوں پر ہے - جو تاتار سلطنتِ مغلیہ و دیگر مشرقی ممالک سے آتے ہیں جب لوگ دلائی لاما کی پوجا کرتے ہیں - اس وقت وہ اسے ایک سنگھاسن یا تخت پر چڑھا دیتے ہیں - اس پر ایک غالیچہ بچھا ہوتا ہے - وہ اس پر

آلتی پالتی مار کر بیٹھ جاتا ہے۔ اس کے عقیدت مند بھگت نہائیت عاجزی کے ساتھ اس کے آگے زمین پر اوندھے لیٹ کر ڈنڈوت کرتے ہیں۔ مگر وہ اُن کی ذرا بھی عزت افزائی نہیں کرتا۔ یہاں تک کہ بڑے بڑے راجوں اور عالی جاہ مہاراجوں تک سے بولنا بھی اسے گوارا نہیں ہوتا وہ صرف اپنا ہاتھ ان کی پیشانی پر رکھ دیتا ہے۔ اور وہ سمجھتے ہیں۔ کہ بس ہمارے تمام گناہ دور ہو گئے۔ ان لوگوں کا یہ بھی عقیدہ ہے۔ کہ وہ عالمِ کل اور عالم الغیب ہے۔ اور دل کے اندر کی باتوں کو بھی جانتا ہے۔ قریباً دوصد بڑے بڑے لاما اُس کے شاگرد ہیں۔ وہ لوگوں سے یہ کہتے پھرتے ہیں۔ کہ دلائی لاما کی ذات لافانی —— امر ہے۔ اور جب جب وہ مرتا ہوا نظر آتا ہے۔ اس وقت وہ ایک جسم کو ترک کر کے دوسرے جسم کو اختیار کرتا ہے :

چین کے عالموں کا بہت مدّت سے یہ خیال چلا آتا ہے۔ کہ دلائی لاما کے محل کے ساتھ جو کتب خانہ ملحق ہے۔ اس میں زمانہ قدیم کے بہت سے بیش قیمت قلمی نسخے چھپے پڑے ہیں۔ خوش قسمتی سے ملک کے موجودہ حکمران کو پرانی کتب کی تحقیقات و تجسّس کا بہت شوق ہے۔ اُسے چینی عالموں کے مندرجہ بالا خیال پر اس قدر زبردست یقین ہو گیا ہے۔ کہ اس نے اُن پرانی کتابوں کو ڈھونڈھ نکالنے کا مصمّم ارادہ کر لیا ہے۔ چنانچہ اس مقصد کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی خاطر سب سے پہلے اُسے ایک ایسے شخص کی تلاش کی فکر ہوئی۔ جو قدیم زبان اور طرز تحریر کا زبردست عالم اور ماہر ہو۔ اور آخر کار کا اتسو نام کا ایک عالم اسے مل ہی گیا۔ اِس کی عمر پچاس برس کی تھی۔ وہ بڑا سنجیدہ مزاج فراخ دل

اور شریف آدمی تھا۔ اور ایک فصیح مقرر بھی تھا۔ چونکہ وہ کئی سال تک پیکن میں سکونت پذیر رہا تھا۔ اس لئے ایک لاما سے اس کی گہری دوستی ہو گئی تھی۔ اسی کی مدد سے اُس نے تبّت کے لاموں کی زبان میں کافی استعداد بہم پہنچا لی تھی ؛

زبان اور طرزِ تحریر کی کامل واقفیت اُسے تھی ہی۔ اس لئے وہ کام شروع کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ اس خیال سے کہ رعایا پر اس کا اچھا اثر پڑے۔ بادشاہ نے اُسے خلعت اور وزیرِ اعظم کا خطاب "کولوا" عطا فرمایا۔ اس نے دلائی لاما کے لئے بیش قیمت تحائف بھیجے اور اس کے نام اپنے ہاتھ سے ایک چٹھی لکھ کر دی جس کا مضمون یہ تھا :-

"ایشور کے قابل احترام نمائندے۔ افضل ترین۔ پاکیزہ ترین اور قابلِ تعظیم گوروجی کے قدموں میں بار بار سر جھکا کر پرنام کرتا ہوں ؛

مہاراج!

چین کا بادشاہ اور کل دنیا کے شہنشاہ اپنے وزیرِ اعظم کاُ اُتسو کے ذریعے بصد تعظیم اور نہایت عاجزی کے ساتھ آپ کے مبارک قدموں میں اپنا سر جھکاتا ہے۔ اور اپنے لئے۔ اپنے احباب و اقارب کے لئے اور اپنی رعایا اور سلطنت کی بہبودی کے لئے آپ سے دعائے خیر کی بھیک مانگتا ہے ؛

میری زبردست خواہش ہے۔ کہ زمانہ قدیم کی کتابوں کی تحقیقات کروں۔ اور سابقہ علوم و فنون کو از سرِ نو زندہ کر کے انہیں حاصل کروں اور فروغ دوں۔ مجھے پتہ چلا ہے۔ کہ آپ کے کتب خانہ میں بعض ایسی بیش قیمت کتابیں موجود ہیں۔ جو اس قدر پرانی ہیں۔ کہ بڑے سے بڑے

عالم بھی انہیں پڑھنے اور سمجھنے سے قاصر رہے ہیں۔ انہیں تباہ ہونے سے بچانے کے لئے میں اپنے فاضلِ اجل اور قابلِ احترام وزیر کا اُلتسو کو اپنی طرف سے کامل اختیارات عطا کر کے آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں اور آپ سے بکمال ادب و بصد تعظیم درخواست کرتا ہوں۔ کہ مہربانی فرما کر اُسے اپنے کتب خانہ میں داخل ہو کر قدیم کتب کے مطالعہ و تحقیقات کی اجازت عطا فرماویں۔ وہ قدیم زبان اور طرز تحریر کا زبردست ماہر ہے۔ اِس لئے مجھے یقینِ کامل ہے۔ کہ وہ پُرانی سے پُرانی کتابوں کا مطلب بھی بخوبی سمجھ لے گا۔ اُسے اس امر کی تاکید کر دی گئی ہے۔ کہ آپ کے روبرو میرے دلی خیالات کا اظہار کر کے جیسے ممکن ہو۔ آپ کی اجازت حاصل کرے ؛

کا اُلتسو نے اپنے زمانۂ غربت کا طول طویل اور عجیب و غریب حال بیان کیا ہے۔ جسے پڑھ کر بے حد حیرت ہوتی ہے۔ مگر میں یہ نہیں چاہتا کہ اُسے تفصیل وار بیان کر کے آپ کا بیش قیمت وقت ضایع کروں۔ میرا ارادہ ہے۔ کہ انگلستان واپس پہنچ کر یہ تمام باتیں عوام کی دلچسپی کے خیال سے شایع کروں۔ مگر اس وقت میں صرف اتنا ہی لکھنے پر اکتفا کروں گا۔ کہ کا اُلتسو اس مقدّس صوبہ میں پہنچا۔ اور بیش قیمت تحفہ تحائف دینے کی وجہ سے منزلِ مقصود پر پہنچنے میں کامیاب بھی ہو گیا۔ بعد باریابی اُسے اُس مقدس کتب خانہ میں رہنے کے لئے ایک کمرہ مل گیا۔ اور ایک عالم لاما نے اس نیک کام میں اس کی مدد کرنے کا بھی وعدہ کر لیا۔ وہ چھ ماہ تک وہاں رہا۔ اور اس عرصہ میں اس نے بعض قدیم قیمتی نسخوں کی تحقیقات کی۔ ان کتابوں سے اس نے کچھ فقرے

نقل کر لئے۔ اور ان کی مدد سے ان امور کا پتہ لگایا۔ کہ ان کے مصنّف کون تھے۔ وہ کتابیں کب اور کہاں تصنیف کی گئیں۔ اور وجہ تصنیف کیا تھی۔ اِن تمام باتوں کا اندازہ اس نے اپنے علم و عقل کی بدولت لگایا تھا۔ اِس تفصیل کے دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ وہ بڑا زبردست عالم فاضل اور نکتہ رس حکیم تھا؛

کا لتسو نے جن قیمتی کتابوں کا پتہ لگایا اور تحقیقات کی تھی۔ ان میں سے ایک نہائیت قدیم کتاب بھی ہے۔ اس قدر قدیم کہ صدہا سال تک بڑے بڑے لاما بھی اُسے سمجھنے سے قاصر رہے۔ یہ کتاب قدیم برہمنی زبان اور رسم الخط میں لکھی ہوئی ہے۔ یہ کتاب کب اور کہاں تصنیف ہوئی اِس کی وجہ تصنیف کیا تھی۔ اور اس کا مصنّف کون تھا وغیرہ سوالات کا کالتسو کوئی جواب نہیں دیتا۔ وہ اس بارے میں بالکل خاموش ہے۔ اس نے چینی زبان میں اس کا ترجمہ کیا۔ گو اس کی رائے کے مطابق اصل کی دلکشی اور خوبیاں نقل میں قائم نہیں رہ سکیں؛

"اس کتاب کے متعلق مختلف عالم و محقق مختلف رائیں رکھتے ہیں۔ جو لوگ اس کی بہت زیادہ تعریف کرتے ہیں۔ اُن کی رائے ہے کہ یہ حکیم کنفوشیس کی تصنیف کردہ ہے۔ اصل نسخہ گم ہو گیا ہے۔ اور برہمنی زبان میں لکھی ہوئی کتاب اُس گم شدہ نسخہ کا ترجمہ یا نقل ہے دوسرا فریق کہتا ہے۔ کہ اس کتاب کو حکیم کنفوشیش کے ممعصر اور لے او سی پنتھ کی بنیاد ڈالنے والے چین کے دوسرے فلسفی لیاؤ کیون نے تصنیف کیا تھا۔ مگر جہاں تک زبان کا تعلق ہے۔ فریقین ایک ہی رائے رکھتے ہیں۔ ایک تیسری پارٹی اور بھی ہے۔ جو کتاب کے نفس مضمون

اور اس میں ظاہر کردہ خیالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ کہتے ہیں۔ کہ یہ ایک برہمن کی تصنیف کردہ ہے جس کا نام ڈنڈآمس تھا۔ اس نے سکندر اعظم کے پاس ایک چٹھی بھیجی تھی جس کا حال یورپین عالموں اور محققوں کو بخوبی معلوم ہے۔ کا انسو کی رائے بھی ایک بڑی حد تک یہی ہے۔ وہ لکھتا ہے۔ کہ اس کتاب کا مصنف ضرور کوئی پچھلے زمانہ کا برہمن ہے اور اس کی زوردار تحریر اور طرز بیان سے یہ صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہ ترجمہ نہیں ہے۔ بلکہ اصل کتاب ہے۔ شک صرف ایک بات کے متعلق باقی رہ جاتا ہے۔ اور وہ ہے مضامین کی ترتیب۔ یہ مشرقی ممالک کے باشندوں کے لئے ایک بالکل نئی چیز ہے۔ اور اگر مصنف کے خیالات مشرق والوں کے خیالات سے نہ ملتے۔ یا کتاب کی زبان قدیم نہ ہوتی۔ تو لوگ ضرور یہی خیال کر بیٹھتے۔ کہ کتاب ہذا کا مصنف کوئی یورپین عالم تھا؛

خیر! کتاب ہذا کا مصنف خواہ کوئی ہو۔ اس کی فتح کے نعروں سے یہ تمام شہر اور یہ تمام ملک گونج رہا ہے اور ہر طبقہ کے لوگ اُسے بڑے شوق اور کامل توجہ کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ میرے دل میں بھی یہ زبردست خواہش پیدا ہوئی۔ کہ میں انگریزی زبان میں اس کا ترجمہ کر دوں۔ اور میں نے یہ کام کر ڈالا۔ امید ہے۔ آپ کے لئے یہ ایک عمدہ تحفہ ہوگا۔ میرے اس کتاب کو انگریزی جامہ پہنانے کا دوسرا مقصد یہ بھی ہے۔ کہ اگر میرا ترجمہ آپ کو پسند آیا۔ تو آپ اس امر کا خود اندازہ لگا سکیں گے۔ کہ اصل کتاب میں کتنی خوبیاں ہوں گی اور وہ کس قدر اہم۔ مفید اور عمدہ ہوگی؛

٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

"اگر میرے اس ترجمہ سے جناب کی ذرا بھی تفریح طبع ہوئی - تو میں اپنے تئیں نہایت خوش قسمت اور اپنی ناچیز محنت کو سپھل سمجھونگا"

میں ہوں
جناب کا ادنیٰ خدمت گزار

....

٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

انگلستان میں جب یہ کتاب پہلی مرتبہ شائع ہوئی - تو اس کی خاصی کھپت ہوئی اور مانگ ہر روز اس قدر بڑھتی گئی - کہ ۱۸۱۳ء تک اس کے پچاس ایڈیشن شائع ہو گئے - اس کا ترجمہ فرانسی - جرمن - اطالوی وملیش وغیرہ زبانوں میں بھی ہوا - مختلف ممالک کے اعلےٰ پایہ - بلند پرواز شعرانے اس کو نظم کی صورت میں ترتیب دیکر شائع کرایا اور باکمال آرٹسٹوں نے اس کے خیالات کی حقیقت کو آشکارا کرنے والی نہایت دلفریب تصاویر بنا بنا کر اس کی صوری و معنوی خوبیوں کو دوبالا کر دیا۔

شاہراہِ زندگی کی خوبیاں محتاجِ بیان نہیں - یہ کتاب پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے اور سچ مچ اس قابل ہے - کہ جواہرات اور موتیوں میں تولی جائے - اس کتاب کے مطالعہ سے طلباء اور نوجوان بیحد فائدہ اٹھا، اور اپنی بیش قیمت زندگی کو اپنے اور اپنے وطن و قوم کے لیئے بے انتہا مفید بنا سکتے ہیں - جیسا کہ میرا قاعدہ ہے - ترجمہ قدرے

تصرّف اور آزادی کے ساتھ کیا گیا ہے ۔ مگر میں نے اس امر کی انتہائی کوشش کی ہے ۔ کہ اصل کی خوبیاں نقل میں برقرار رہیں ۔ اور نفسِ مضمون میں بھی حتےٰ الوسع کوئی فرق نہ آنے پائے ۔ زبان نہایت آسان اور صاف سلجھی ہوئی استعمال کی گئی ہے ۔ تاکہ بچے بوڑھے ۔ جوان ۔ مرد ۔ عورتیں سب اس سے مستفید ہو سکیں ۔ یہ کتاب اِس قابل ہے ۔ کہ ہندوستان کے گھر گھر میں پہنچے ۔ ہر ایک ہندوستانی مرد ۔ عورت ۔ بوڑھا جوان ۔ غریب ۔ امیر ۔ چھوٹا ۔ بڑا غور سے اِس کا مطالعہ کرے اور اِس کے مطابق عمل کرے ؛

"شاہراہِ زندگی" زندگی کی دشوار گزار اور خطرناک منزلوں اور اَودگھٹ گھاٹیوں کے پار کرنے میں ایک اعلےٰ عملی رہنما کا کام دیگی ۔ یہ ہمیں وہ طریقہ بتائے گی جس سے ہم دُکھ سے بچ سکیں اور سکھ حاصل کر سکیں ؛

اگر قدردان پبلک نے اس کتاب کو اس قدردانی کی نگاہ سے دیکھا جس کی کہ یہ بہر طور مستحق ہے ۔ تو میں اپنی ناچیز محنت کو سپھل سمجھونگا ؛

جنوری ۱۹۴۲ء

رام سروپ کوشل

فہرست مضامین

جلد اوّل

شاہراہ زندگی

جلد اوّل

حصّہ اوّل

پہلی فصل

غور کی عادت

It is a very interesting and advisable book worthy to read and then to act upon on the lessons.
MB 31.3.64

خدا نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ اس نے اس کو سوچنے سمجھنے کی طاقت عطا کی ہے۔ چنانچہ اس کا فرض ہے۔ کہ وہ اپنی اِس طاقت سے کام لے۔ اگر وہ اِس سے فائدہ نہیں اُٹھاتا ہے۔ تو اس میں اور ایک معمولی حیوان میں کچھ بھی فرق نہیں ہے ۔

اگر صرف چند میل کا بھی سفر کرنا ہو۔ تو ہم کیسی کیسی پیش بندیاں کرتے ہیں۔ کیا کیا بندوبست کرتے ہیں۔ کون کون ہمارے ساتھ جائیں گے۔ راستہ خراب تو نہیں ہے؟ کھانے پینے کا سامان تو ٹھیک ہے؟ کُل کتنا خرچ اٹھیگا؟ اِن تمام باتوں کی ہمیں کس قدر فکر رہتی ہے۔ جب اتنے چھوٹے سے سفر

کے لئے اتنی جھنجھٹ کرنی پڑتی ہے۔ تو اس زندگی کے طویل اور اہم سفر کے لئے کس قدر زیادہ جھنجھٹ اور انتظام کی ضرورت ہے۔ اِس امر کا اندازہ ناظرین خود لگا سکتے ہیں؛

اے انسان! ذرا سوچ تو سہی۔ تو اِس دنیا میں کس واسطے پیدا کیا گیا ہے اپنی طاقتوں کا خیال کر۔ اپنی ضروریات پر غور کر۔ تو اپنے فرائض خود بخود سمجھ جائیگا اور مشکلات اور رکاوٹوں سے بچا رہیگا؛

جو کچھ تجھے کہنا ہے۔ اس پر غور کیجے اور اس کا جو انجام ہوگا۔ اس کا باریک بینی سے اندازہ لگائے بغیر تو زبان سے کچھ نہ کہہ۔ اگر تو ایسا کرے گا۔ تو تجھے ملامت یا بدنامی کے تیر کا نشانہ ہونے کا احتمال نہ رہے گا۔ کسی کے سامنے تجھے ندامت نہ اُٹھانی پڑے گی۔ تو تاسف کی آگ میں جلنے سے بچ جائے گا اور تفکرات سے تجھے نجات مل جائے گی؛

جو شخص سوچے سمجھے بغیر جو اُس کے جی میں آتا ہے۔ کہہ بیٹھتا ہے۔ اس کا اپنی زبان پر ذرا بھی قابو نہیں رہتا۔ وہ جو دل میں آتا ہے۔ بک دیتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ اُسے اپنی ہی باتوں میں الٹی منہ کی کھانی پڑتی ہے؛

انسان نہیں جانتا۔ کہ اس گھیرے کے اُس طرف کیا ہے۔ مگر تیزی سے دوڑ کر پھاند جانا چاہتا ہے۔ ممکن ہے اُس کا پاؤں کسی گڑھے میں جا پڑے۔ یہی حال اس شخص کا ہوتا ہے۔ جو بغیر آگا پیچھا سوچے فوراً ہی کسی کام میں ہاتھ ڈال بیٹھتا ہے اِس لئے غور کرنے کی عادت ڈال؛

پس کوئی کام شروع کرنے سے پہلے یہ سوچ لے۔ کہ وہ کرنے کے قابل بھی ہے یا نہیں اور عقل و تمیز سے کام لے۔ اگر تُو اس کے مطابق عمل کرے گا۔ تو یہ پُر خطر اور دشوار دنیا کا سفر آسان ہو جائے گا اور تیرا جہاز صحیح و سلامت

محفوظ بندرگاہ (منزل مقصود) پر پہنچ جائیگا ؛

دوسری فصل

عجز وانکسار

اگر ہم تمام دنیا پر ایک بار غور سے نگاہ ڈالیں۔ تو یہ بات نہایت آسانی کے ساتھ معلوم کی جا سکتی ہے۔ کہ انسان ایک نہایت حقیر جاندار ہے۔ اس کے باوجود بھی اے انسان! تو اپنے علم اور عقل کا اس قدر گھمنڈ کیوں کرتا ہے؟

اپنے تئیں بے علم جاننا ہی علم دار ہونے کی سب سے پہلی سیڑھی ہے۔ اور اگر تو یہ چاہتا ہے۔ کہ اور لوگ تجھے بیوقوف نہ سمجھیں۔ تو تو بھی اپنے تئیں دانا سمجھنا چھوڑ دے ؛

جس طرح ایک صاف سفید کپڑا حسن کو چار چاند لگا دیتا ہے۔ ویسے ہی پاکیزہ چال چلن دانائی کے لئے بہترین زیبائش اور زیور کا کام دیتا ہے

نیک چلن آدمی کے پُر عجز کلام سے صداقت اور بھی زوردار ہو جاتی ہے انسان کو اپنی بات میں ہمیشہ تھوڑا بہت عدم اعتماد معلوم ہوتے رہنا چاہیئے خواہ کوئی بات ہو۔ وہ پورے پورے بھروسہ اور حوصلہ کے ساتھ نہیں کہنی چاہیئے۔ کیونکہ ہر ایک بات کی صداقت انسان کی عقل میں نہیں آسکتی ؛

صرف اپنی ہی دانائی پر بھروسہ نہ رکھ کر۔ اپنے دوستوں کی باتوں پر بھی دھیان دے۔ اور اُن سے فائدہ اٹھا ؛

جب کوئی شخص تیری تعریف کر رہا ہو۔ تو اُس کی طرف سے اپنے کانوں کو پھیر لے۔ اور اُس پر اعتبار نہ کر۔ کیونکہ وہ شراب سے بھی زیادہ نقصان دہ ہے۔ سوائے ایک خدا کی ذات کے اور کوئی بھی بے عیب نہیں ہے۔ پس بہتر یہی ہے۔ کہ آدمی سب کے بعد اپنے تئیں بے عیب سمجھے۔

جیسے نقاب یا گھونگھٹ عورت کے حُسن کو دوبالا کر دیتا ہے۔ اُسی طرح مُنکسر مزاجی اور حلیم آدمی کے اوصاف حمیدہ کی قیمت کو بہت زیادہ بڑھا دیتے ہیں لیکن ذرا مغرور آدمی کی طرف دیکھیو۔ وہ زرق برق پوشاک پہن کر اِدھر اُدھر دیکھتا ہوا بڑے غرور کے ساتھ اکڑتا ہُوا سڑکوں پر چلتا ہے اُسے ہر وقت یہی پڑی رہتی ہے۔ کہ لوگ اس کی طرف دیکھیں۔ متحیرّ ہوں۔ اور نہایت ادب کے ساتھ جھک جُھک کر اُسے سلام کریں۔

وہ اپنی گردن اکڑائے رہتا ہے اور غریبوں اور کمتر درجہ کے لوگوں کی طرف ذرا دھیان نہیں دیتا۔ وہ ان لوگوں کے ساتھ بڑی اکڑ سے پیش آتا ہے۔ اور نہایت مذموم سلوک روا رکھتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ اس سے اونچے درجہ والے بھی اس کے گھمنڈ اور بے وقوفی کا نہایت آسانی سے مضحکہ اڑانے لگتے ہیں۔

مغرور آدمی دوسروں کی رائے کی تحقیر کرتا ہے۔ اسے اپنی ہی عقل پر بھروسہ رہتا ہے۔ مگر بالآخر اُسے دھوکہ کھانا اور پچھتانا پڑتا ہے

وہ اپنے ہی پُرغرور خیالات میں مست رہتا ہے۔ اور دن بھر اپنی ہی تعریف سُننے اور بیان کرنے میں اُسے لُطف حاصل ہوتا ہے۔ لیکن ادھر تو وہ خودستائی کے نشہ میں چور رہتا ہے۔ اور ادھر ہاں میں ہاں ملانے والے خوشامدی حاشیہ نشین اُسے چوس کر پھینک دیتے ہیں۔

ہار کر بیٹھنے نہیں دیتا:

جو شخص ہمت ور اور مستقل مزاج ہوتا ہے۔ وہ قسمت کی ٹیڑھی نگاہ سے ذرا بھی خوف نہیں کھاتا۔ اُس کی روح اپنی شان اور عظمت سے کسی صورت میں بھی جدا ہونا گوارا نہیں کر سکتی۔ اُس کو ہرگز یہ گوارا نہیں ہوتا۔ کہ اس کی مسرت و شادمانی اور خوشی اور آرام کا انحصار صرف قسمت کی نظرِ عنایت پر ہو اور یہی وجہ ہے۔ کہ وہ قسمت کی ٹیڑھی نگاہ سے خائف ہو ہمت نہیں ہار بیٹھتا۔ سمندر کے ساحل کی چٹان کی مانند وہ اپنی جگہ مضبوطی سے جما رہتا ہے اور تکلیف کے کھاری پانی کی لہریں اس کا بال بھی بانکا نہیں کر سکتیں:

وہ مصیبت کے وقت پہاڑ کی مانند اٹل رہتا ہے۔ بدقسمتی کے تیز تیر اُس کے پیروں کے پاس آ آکر گرتے ہیں۔ مگر اُس کا مضبوط دل اور اُس کی مستقل مزاجی اُس کی ٹانگوں کو لڑکھڑانے نہیں دیتے۔ وہ اُسے سنبھالتے رہتے ہیں۔ میدانِ جنگ میں دشمن کا مقابلہ کرنے والے بہادر سپاہی کی مانند وہ زندگی کے مصائب کا نہایت مردانہ وار مقابلہ کرتا ہے۔ اور فتح یاب ہو کر لوٹتا ہے۔ اس کا استقلال بدقسمتی کے بار کو ہلکا کر دیتا ہے۔ اور اس کی ثابت قدمی اسے دور بھگا دیتی ہے:

مگر ڈرپوک آدمی کو اپنی بزدلی کے باعث نادم ہونا پڑتا ہے مفلسی و تنگدستی کے سبب وہ کمینہ حرکات کے ارتکاب پر آمادہ ہو جاتا ہے اور پھر چپکے چپکے بے عزتی سہہ کر مصیبتوں کو دعوت دیتا ہے۔ جیسے گھاس کی پتی ہوا کے جھونکے سے ہلنے لگتی ہے۔ اسی طرح دُکھ یا تکلیف کا محض خیال ہی اس کو کپنا دیتا ہے مصیبت یا خطرہ کے وقت وہ پاگل سا ہو جاتا ہے۔

اُسے یہ نہیں سوجھتا کہ کیا کرنا چاہیئے۔ مایوسی اُسے بے چین کر دیتی ہے۔ یہ سب کس لیئے؟ محض استقلال نہ ہونے کے سبب ﴿

ساتویں فصل

صبر و قناعت

خدا ہر جگہ موجود ہے۔ وہ حاضر و ناظر ہے۔ تیرے دل کی بات کو جانتا ہے۔ اور رحیم و کریم ہے اور محض یہی وجہ ہے۔ کہ وہ تیری بعض خواہشات کو پورا نہیں کرتا۔ ہر شخص یہی کہتا نظر آتا ہے۔ کہ خدا مجھ سے ناخوش ہے۔ وہ مجھے دکھ دے رہا ہے۔ اُس کے ہاں اندھیر ہے۔ انصاف نہیں ہے! اگر یہ بات نہ ہوتی۔ تو میری ایسی اچھی حالت ہو کر بھی ایسا بُرا حال کیوں ہوتا؟ لیکن ہر شخص کو اس بات کا بھی دھیان رکھنا چاہیئے کہ دنیا میں ہر ایک آدمی کو اپنی اپنی قابلیت کے مطابق جگہ ملتی ہے۔ مناسب خواہشات کے پورا ہونے اور عزت و آبرو حاصل ہونے کا انتظام خالق نے پہلے ہی سے کر رکھا ہے۔ اپنی تکلیف اور انتشار و اضمحلال کا۔ اپنی بدقسمتی کا جس کے لیئے تو اس قدر افسوس کرتا ہے۔ اور اسی طرح اپنی دیوانگی۔ گھمنڈ۔ غرور اور غصہ کا سبب معلوم کر۔ یہ پتہ لگا۔ کہ ان کی تہ میں کیا ہے۔ خالق کل کے بارے میں فضول بکواس نہ کر۔ پہلے اپنے دل کو پاک و صاف کر لے ﴿

میرے پاس اگر زر و مال ہوتا۔ اگر مجھے اختیارات حاصل ہوتے۔

اگر مجھ میں طاقت ہوتی۔ یا اگر مجھے فرصت مِل سکتی۔ تو مجھے بہت آرام و اطمینان حاصل ہوتا۔ مجھے بہت راحت نصیب ہوتی! اِس قسم کے لچر خیالات کو کبھی اپنے دل میں جگہ نہ دے۔ کیونکہ جو لوگ ان تمام چیزوں سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ اُن کی زندگی کے راستے میں بھی مشکلات اور تکلیفیں حائل ہوئے بغیر نہیں رہتیں۔ غریب آدمی کو یہ پتہ بھی نہیں ہوتا۔ کہ دولتمندوں کو رات دن کس قسم کے تفکرات اور تکالیف میں مبتلا رہنا پڑتا ہے۔ وہ نہیں جانتا۔ کہ اختیارات کے پردے میں انسان کو کتنی مشکلات اور کتنے جھگڑے برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ اُسے کیا خبر ہے کہ خالی بیٹھے رہنا کتنی بڑی بات ہے۔ اسی لئے اِن چیزوں سے بے بہرہ ہونے کی وجہ سے وہ اپنی قسمت کو کوستا ہے؛

دوسروں کو سکھ میں اور آرام سے دیکھ کر تو اپنے دل میں کیوں جلتا ہے؟ تجھے کیا معلوم ہے کہ اُن کے دل میں کون کون سے دُکھ چھپے پڑے ہیں۔ تھوڑے ہی پر قناعت کرنا بڑی دانائی کا کام ہے۔ جو شخص زر و مال بڑھاتا ہے۔ وہ اپنے پیچھے زیادہ تکلیف بھی لگاتا جاتا ہے۔ جتنی دولت بڑھتی ہے۔ اُسی قدر تفکرات میں بھی اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ مگر قناعت ایک دفینہ ہے۔ بے فکر مند آدمی کو نصیب نہیں ہوتا؛

کسی چیلے نے اپنے گرو سے پوچھا۔ "مہاراج! مفلس کون ہے؟"

گرو نے جواب دیا "مفلس وہ ہے جس کے دل میں دنیا کی بہت زیادہ حرص ہو اور تونگر وہ ہے جو قناعت کی دولت سے مالا مال ہو۔ جو ہر حال میں خوش رہے"

زر و مال جمع کرنا بُرا نہیں ہے۔ اگر روپیہ کا جائز اور مناسب استعمال کیا جائے تو اس سے بہت سے نیک مقاصد پورے ہو سکتے ہیں۔ زر و مال کے نشہ میں اگر

انصاف۔ خود ضبطی۔ نیک چلنی۔ بااصول زندگی۔ دوسروں کو فائدہ پہنچانا اور انکسار کو ہاتھ سے نہ دے دیا گیا۔ تو ضرور راحت اور مسرت حاصل ہوگی ؀

دولت بذاتِ خود کوئی بُری چیز نہیں ہے۔ مگر اس سے پیدا ہونے والا نشہ بہت بُرا ہے۔ اِس کو دور کرنا سخت مشکل کام ہے۔ صرف ایک ہی ہتھیار ہے جس کے ذریعے سے اِس پر فتح پائی جاسکتی ہے اور وہ قناعت ہے ؀

آٹھویں فصل

ضبط

خدا کی عطا کی ہوئی عقل اور صحت کا بجا استعمال کرنے کا مطلب ہے۔ اس دُنیا کے سکھ۔ آرام اور خوشی کو قریب قریب حاصل کرلینا۔ جن لوگوں کو یہ برکتیں نصیب ہوئی ہیں اور جو دمِ آخر تک انہیں قائم و برقرار رکھنے کے خواہشمند ہیں انہیں چاہیئے۔ کہ وہ حواس کی ترغیبات سے ہمیشہ بچتے رہیں ؀

جب نفس اپنی دل پسند اشیاء کو تیرے سامنے میز پر چُننے۔ جب اس کی شراب پیالے میں چمکنے لگے۔ جب وہ ہنس کر تجھے عیش اور خوشی کی طرف راغب کرنے کی کوشش کرے۔ تو سمجھ لے کہ وہ ہی نازک لمحہ ہے۔ وہی دھوکہ کھانے کا وقت ہے۔ سنبھل جا! اور اپنی عقل سے بڑی ہوشیاری کے ساتھ کام لے۔ ایسے نازک لمحہ میں اگر تو اُس کی رائے پر چلے۔ تو سمجھ لے۔ کہ تو نے سخت دھوکہ کھایا۔

جو جھوٹی خوشی تجھے سامنے نظر آتی ہے۔ وُہ تو در حقیقت دُکھ ہے۔ اگر تو نے اس کا لطف اٹھایا۔ تو صحت و توانائی سے جواب مل جائے گا۔ تو بیمار ہو جائے گا۔ اور آخر کار دکھ اور تکلیف کی حالت میں ہی ایک روز تجھے اس دنیا کو خیر باد کہدینا پڑے گا!

نفس کی مہمان نوازی کی طرف دھیان دے۔ اس کے بلائے ہوئے مہمانوں پر نگاہ ڈال جس بدنصیب شکار کو اس نے اپنے پنجے میں دبوچ لیا ہے۔ ذرا اس کی رحم ناک حالت پر بھی غور کر۔ کیا وُہ کمزور۔ نحیف بیمار۔ مریل۔ کم ہمت اور بے حوصلہ نظر نہیں آتا؟

چند روز عیش و عشرت کے مزے لوٹنے کے بعد انہیں باقی تمام عمر دُکھ اور تکلیف میں گزارنی پڑے گی۔ ان کے تمام حوصلے پست ہو جائیں گے اُن میں ہمت اور امنگ کا نام و نشان تک بھی باقی نہ رہے گا۔ ایسے آدمیوں کی بھوک مر جاتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ نفیس سے نفیس کھانے کو بھی اُن کا جی نہیں چاہتا۔ آخر کار وُہ (نفس کے بدنصیب شکار) دُنیا سے نیست و نابود ہو جاتے ہیں۔ اُن کے نام تک صفحۂ ہستی سے معدُوم ہو جاتے ہیں؟

پرماتما کی عطا کی ہوئی اشیاء کا جو لوگ نامناسب اور ناجائز استعمال کرتے ہیں۔ انہیں ایسی ہی سخت سزا ملنی چاہئے؟

وہ دیکھو۔ ایک نازنین اٹکھیلیاں کرتی ہوئی بڑی خوشی اور اُمنگ کے ساتھ تیری طرف چلی آ رہی ہے۔ اس کے رخسار گلگوں ہیں۔ اس کے چہرے سے شفق کا حسن جھلک رہا ہے۔ پاکیزہ اور منکسرانہ مسرت اس کی آنکھوں میں چمک رہی ہے۔ اور مسرور دل کے ساتھ وہ خوشگوار گیت گا رہی ہے؟

تجھے معلوم بھی ہے۔ یہ ناز نین کون ہے؟ اگر نہیں۔ تو لے میں بتلا دیتا ہوں۔ اس کا نام صحت کی دیوی" ہے۔ وہ کسرت کی بیٹی ہے۔ اور اس کے باپ کا نام ضبط یا نیک چال چلن ہے۔ اس کے بھائی کھلی اور تازہ ہوائیں رہتے ہیں۔ وہ بہادر۔ ہمت ور۔ باحوصلہ۔ چست اور خوش مزاج ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ان میں بہن کا حسن اور اس کے باقی تمام اوصاف بھی پائے جاتے ہیں۔ ان کی رگوں اور ہڈیوں میں بجلی کی سی طاقت ہے۔ اور انہیں دن بھر کام کرنے میں ہی خوشی حاصل ہوتی ہے۔

انہیں بھوک کھل کر لگتی ہے۔ اور کھانا بڑا مزیدار معلوم ہوتا ہے۔ نفسانی جذبات کے دبانے میں انہیں حقیقی خوشی حاصل ہوتی ہے۔ اور عیبوں سے بچے رہنا وہ اپنے لئے موجب فخر سمجھتے ہیں۔ ان کے عیش وعشرت کا دور عرصہ دراز تک جاری رہتا ہے۔ کیونکہ وہ باقاعدہ ہوتا ہے۔ انہیں آرام گو تھوڑی دیر کے لئے ملتا ہے۔ لیکن وہ گہرا اور لکا ہوا ہوتا ہے۔ اُن کا دل خوش اور چونچال رہتا ہے۔ ان کی رگوں میں صاف خون دوڑتا ہے۔ اور انہیں حکیموں۔ ڈاکٹروں کی کڑوی کسیلی دوائیں پینے کی ضرورت کبھی لاحق نہیں ہوتی۔

مگر بنی انسان محفوظ ومصئون نہیں ہے۔ اُس کے لئے ہر وقت ایک نہ ایک خطرہ موجود رہتا ہے۔ بیرونی دنیا کے علاوہ انہیں اپنے اندر سے بھی ایک خطرہ کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ یعنے ان کی تندرستی وتوانائی۔ ان کا حسن و جمال۔ ان کی جسمانی طاقت اور ان کی پھرتی اور چستی ان کے دل میں نفسانی خواہش پیدا کر دیتی ہیں۔ وہ نفسانی خواہش اپنے مرغزار میں کھڑی ہو کر جال پھیلاتی ہے۔ اور ان کے دل کو مٹھی میں کر لیتی ہے۔ اس کے اعضا

نازک لباس دلفریب۔ اور آنکھیں رسیلی ہوتی ہیں۔ وہ اپنی انگلی سے انہیں بلاتی ہے۔ آرزومند نگاہوں سے فریفتہ کرتی ہے۔ اور دلکش آواز کے ذریعے ان کو اپنے جال میں پھنسانے کی کوشش کرتی ہے۔

مگر خبردار! ہوشیار رہو جاؤ۔ اس کی جھوٹی محبت کے جال سے دور بھاگ۔ اس کے بھلاوے میں ڈالنے والے الفاظ پر مطلق دھیان نہ دے اگر تونے ایک بار بھی اس کی طرف بھی نگاہ ڈالی۔ اگر تونے ایک بار بھی اس کی دلفریب باتوں کو سنا۔ اگر اس نے ایک بار بھی تجھے گلے سے لگا لیا۔ تو بس سمجھ لیجئے۔ کہ تو ہمیشہ کے لئے اس کا غلام ہو گیا۔ غلام بن کر تجھے شرم محسوس ہوگی۔ بیماریوں کے چنگل میں پھنس جائے گا۔ مارے تفکرات کے تجھے نیند تک نہ آئے گی۔ اور آتش تاسف تجھ کو جلا کر خاک سیاہ کر ڈالے گی۔

نفسانی خواہشات۔ عیش و آرام۔ اور کاہلی کا شکار رہونے کے سبب تیرے جسم کی طاقت سلب ہو جائے گی۔ تیری صحت و توانائی خاک میں مل جائے گی۔ تیری عمر کم ہو جائے گی۔ اور تجھے لعنت ملامت کے تیروں کا نشانہ بننا پڑے گا۔ اس حالت میں تجھ کو بڑے بڑے دکھ اٹھانے پڑینگے اور تیرے ساتھ کوئی ہمدردی نہ کرے گا۔

حصّہ دوم

پہلی فصل

اُمید اور خوف

امید گلاب کے پھول سے بھی زیادہ خوشگوار اور دل کو مسرت اور شگفتگی بخشنے والی ہے۔ مگر خوف کا تصور بھی نہایت خوفناک ہوتا ہے۔ اس کے باوجود بھی امیدیں بھول کر یا خوف سے ڈر کر اپنے فرض کی انجام دہی سے منہ نہ موڑ۔ مناسب کام کرنے میں کبھی پیچھے مت ہٹ۔ رنج و راحت سے یکساں لاپرواہ ہو کر ہر ایک بات کا سامنا کرنے کے لئے تیار رہ ؛

شریف آدمی موت سے نہیں ڈرتے۔ جو شخص کسی گناہ کا ارتکاب نہیں کرتا۔ اسے کسی کا ڈر کیا ؟ ہر کام میں مناسب عقیدہ اور بھروسہ کے ذریعے اپنی کوششوں میں سدا ہمت کی بجلی بھرتے رہو۔ جہاں تجھے اپنی فتح میں ذرا بھی شک ہوا۔ بس تو نے شکست کھائی ؛

جھوٹا۔ بے بنیاد خوف دکھا کر اپنے دل کو نہ ڈرا۔ اور فرضی وہموں کی وجہ سے اپنا جی چھوٹا نہ کر۔ امید سے دل کو ڈھارس ملتی ہے۔ اور خوف مصیبت کا سامنا کراتا ہے۔ کامیابی اور ناکامی کا انحصار صرف اپنی ہی مستقل مزاجی

اور اپنی ہی ذات پر بھروسہ رکھنے پر ہے ؛

چونکہ تیرا دل امید سے خالی ہے ۔ اسی لئے تو کہتا ہے ۔ کہ یہ کام تجھ سے نہ ہو سکے گا ۔ لیکن اگر تو مستقل مزاجی سے اس میں مصروف رہے ۔ تو ضرور ایک روز فتح د کامیابی حاصل کر سکتا ہے ؛

مگر کوری امید میں صرف بیوقوفوں کو خوشی حاصل ہوتی ہے ۔ اور دانا اس کی کچھ پروا نہیں کرتے ؛

دل میں کسی بات کی خواہش کرنے سے پیشتر خوب اچھی طرح غور کر ۔ اور اپنی امید کو مناسب حدود سے متجاوز نہ ہونے دے یعنے جو چیز حاصل ہو سکتی ہے ۔ صرف اسی کے حصول کی امید کر ۔ اگر تو ایسا کرے گا ۔ تو ہر کام میں کامیابی تیرے پاؤں چومے گی ۔ اور تجھے ناکامیوں سے بے چین اور پریشان ہونے کا موقعہ نہیں ملے گا ؛

دوسری فصل

رنج و راحت

اس قدر زیادہ خوشی نہ منا ۔ کہ تیرا دل مضطرب ہو اٹھے ۔ اور نہ اتنا زیادہ رنج کر ۔ کہ تیرا جی چھوٹ جائے ۔ اس دنیا میں نہ کہیں انتہا درجہ کی خوشی ہے اور نہ کہیں انتہا درجہ کا غم ہی ہے ۔ جس طرح رات کے بعد دن اور دن کے بعد رات کا سلسلہ جاری رہتا ہے ۔ ویسے ہی رنج کے

بعد راحت اور راحت کے بعد رنج کا دور آتا رہتا ہے۔ نہ ہمیشہ کسی کو سکھ ہی رہتا ہے۔ اور نہ کسی کو ہمیشہ دکھ ہی رہتا ہے۔ یہ رنج و راحت کا دور رتھ کے پہیئے کی طرح نیچے اوپر باری باری سے چلتا رہتا ہے۔

اچھا تو اب ذرا اس مقام کو دیکھ۔ جہاں لوگ خوشی حاصل کرنے کے لئے جاتے ہیں۔ باہر سے نہایت صاف ستھرا اور لپا پتا ہونے کے سبب وہ نہایت خوشنما معلوم ہوتا ہے۔ اس میں سے لگاتار خوشی کے جھرنے نکلتے رہتے ہیں۔ اس لئے تم اسے آسانی سے پہچان سکتے ہو۔ گھر کی مالکہ باہر آکر کھڑی ہو جاتی ہے۔ گاتی ہے۔ لگاتار ہنستی ہے۔ اور آنے جانے والوں کو مخاطب کر کے کہتی ہے۔ "دیکھو! جینے کا مزا اور کہیں نصیب نہ ہوگا۔ اس لئے میرے پاس چلے آؤ"۔

مگر تو اس کی دہلیز پر پاؤں تک نہ رکھنا۔ اور نہ ان لوگوں کی صحبت اختیار کرنا۔ جو اس کے ہاں آیا جایا کرتے ہیں۔ وہ اپنے تئیں بڑے خوش باش اور بے فکر سے خیال کرتے ہیں۔ ہنستے ہیں۔ مزے اڑاتے ہیں۔ مگر ان کے تمام کاموں میں نادانی اور پاگل پن بھرا رہتا ہے۔ ان کا دل ہمیشہ بدی کی طرف راغب رہتا ہے۔ خوف ان کو چاروں طرف سے گھیرے رہتا ہے اور تباہی و بربادی کا گڑھا منہ پھیلائے ان کے پیروں تلے موجود رہتا ہے

اب ذرا دوسری طرف نظر دوڑا۔ اور درختوں سے چھائی ہوئی گھاٹی میں اس دکھ کے گھر کو دیکھ۔ جو انسانی نگاہ کی حد سے پرے ہے۔ اس گھر کی مالکہ کا حال سنو۔ وہ سخت تکلیف زدہ ہے۔ اس کے دکھ کی انتہا نہیں۔ وہ دکھ بھری لمبی لمبی آہیں بھر رہی ہے۔ مگر انسانی تکلیف اور دکھ پر غور کرنے سے اسے خوشی حاصل ہوتی ہے۔

وُہ زندگی کے معمولی معمولی واقعات کو یاد کر کر کے روتی ہے ہر وقت بیٹھی انسان کی بدمعاشی اور کمزوری کا ذکر کرتی رہتی ہے۔ سارا جہان اسے گناہوں سے معمور نظر آتا ہے۔ جن جن چیزوں کی طرف وہ اپنی نظر دوڑاتی ہے۔ وہ تمام خود اسی کی طرح روکھی پھیکی معلوم ہوتی ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس کے گھر میں رات دن اداسی اور غم کی گھٹا چھائی رہتی ہے۔ اس کے آشرم کے قریب مت جانا۔ اس کی ہوائیں چھُوت ہے۔ اس سے ہمیشہ بچے رہنا۔ ورنہ وہ بارغ زندگی کو مزین کرنے والے پھلوں کو تباہ کردے گی اور پھولوں کو سکھا ڈالے گی ⁂

عیش و نشاط کا مقام چھوڑ کر اس غم اور اداسی سے بھرے ہوئے مقام کی طرف جانے میں بھی کمال احتیاط برتنا۔ نہایت احتیاط کے ساتھ ان دونوں کے بیچ والا یعنی اعتدال کا راستہ اختیار کر۔ یہی راہ اعتدال تجھے آہستہ آہستہ اطمینان و سکون کے کنج تک پہنچا دے گا۔ سکون قلب اسی جگہ حاصل ہوگا۔ اور امن۔ سلامتی اور صبر و قناعت کی آماجگاہ بھی وہیں ہے ⁂

جس طرح پہاڑ پر سے اِرد گرد کا منظر کئی کئی میل تک صاف نظر آتا ہے۔ اسی طرح اس کنج سے جہاں اطمینان و سکون کا راج ہے۔ ان لوگوں کا پاگل پن اور دکھ صاف دیکھنے میں آتا ہے۔ جو عیش پسند ہونے کے سبب خوش باش اور رنگیلے دوستوں کے ساتھ مزے اڑاتے پھرتے ہیں۔ یا اداسی۔ غم اور کم ہمتی کے شکار رہ کر باقی تمام عمر حیاتِ انسانی تکلیفوں اور مصیبتوں کی شکایت میں گزار دیتے ہیں ⁂

تو ان دونوں کو ہمدردی کی نظر سے دیکھ۔ اور ان کی غلطیوں کو دیکھ

کر اپنی غلطیوں کا ازالہ یا ان کی اصلاح کرنے کی کوشش کر۔

تیسری فصل

غُصّہ

جس طرح طوفان اپنی شدت سے درختوں کو اکھاڑ پکھاڑ کر پھینک دیتا ہے۔ اور قدرت کے چہرے کو بدنما بنا دیتا ہے۔ یا جس طرح زلزلہ اپنے غصہ سے شہروں کو تباہ و برباد کر کے زمین دوز کر دیتا ہے۔ اسی طرح جو شخص آتش غضب کا شکار ہو۔ اس کا غصہ اپنے چاروں طرف غضب ڈھاتا رہتا ہے۔ اور خوف اور تباہی اس کے سامنے دست بستہ حاضر رہتے ہیں۔ اس لئے اپنی کمزوری پر غور کر۔ اور اس کو یاد رکھ۔ اگر تو ایسا کرے گا۔ تو تو دوسروں کی خطاؤں کو معاف کر سکے گا۔

غصہ بڑی بلا ہے۔ اسے اپنے پاس تک نہ پھٹکنے دے۔ اسے اپنے قریب آنے دینا گویا خود اپنے کلیجے کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے یا اپنے دوست کو قتل کرانے کے لئے اپنے ہاتھ سے تلوار پکڑاتا ہے۔

اگر تو نے کسی کی چھوٹی موٹی بات برداشت کر لی۔ تو لوگ تجھے عقلمند کہیں گے۔ لیکن اگر تو نے اُسے فراموش کر دیا۔ تو تیرے دل کو عجیب و غریب خوشی حاصل ہو گی۔

کیا تو نہیں دیکھتا۔ کہ غصیل آدمی کی عقل ٹھکانے نہیں رہتی؟ چنانچہ

جب تک تیرے ہوش وحواس درست ہیں۔ دوسروں کو غصہ کی حالت میں دیکھ کر اُن سے سبق حاصل کر۔ جذبات سے مغلوب ہو کر کوئی بیہودہ حرکت نہ کر بیٹھنا۔ بھلا یہ تو بتا۔ کہ جب سمندر میں تلاطم خیز طوفان برپا ہو۔ اسوقت کیا اپنی ناؤ سمندر میں چھوڑ دے گا؟

غصہ کو روکنا اگر مشکل معلوم ہو۔ تو دانائی یہی ہے۔ کہ اسے آنے ہی نہ دیا جائے پس ایسی ہر ایک بات سے بچو۔ جس سے غصہ پیدا ہونیکا احتمال ہو۔ اور جب کوئی ایسی بات پیش آنے والی ہو۔ تو چوکنا ہو جا ❊

درشت کلام سے بیوقوف آدمی خفا ہوتا ہے۔ مگر عقلمند آدمی ہنسی سے اس کی تحقیر کر دیتا ہے ❊

کسی سے بدلہ چکانے کا خیال تک بھی اپنے دل میں نہ لا۔ اس سے تیرے دل کو صدمہ ہو گا۔ اور اس کے تمام اعلےٰ وارفع جذبات وخیالات خاک میں مل جائیں گے۔ دوسروں کو نقصان پہنچانے کی بجائے تو ہمیشہ اُن کے قصور معاف کرنے کے لئے تیار رہ ❊

جو شخص بدلہ لینے کی گھات میں رہتا ہے۔ وہ ایک طرح سے اپنے لئے مصیبت کے بیج بو رہا ہے ❊

جیسے پانی ڈالنے سے آگ بجھ جاتی ہے۔ اسی طرح نرم کلامی سے غصہ میں بھرے ہوئے آدمی کے غصہ کی آگ بجھ جاتی ہے۔ اور اس طرح وہ دشمن سے دوست بن جاتا ہے ❊

ذرا غور تو کر۔ کہ دنیا میں غصہ کرنے کے قابل کتنی تھوڑی سی باتیں ہیں۔ تو حیران رہ جائے گا۔ کہ نادانوں کے سوا دوسروں کو غصہ آتا کس طرح ہے غصہ عام طور پر کمزوروں اور بیوقوفوں ہی کو آیا کرتا ہے۔ مگر یاد رکھ۔ کہ اس کا

انجام سوائے تاسف کی آگ میں جلنے کے شاید ہی اور کچھ ہوتا ہو۔ نادانی کے رُوبرو ندامت اور شرمساری اور غصہ کے سامنے پچھتاوا ہاتھ جوڑے کھڑے رہتے ہیں ؛

چوتھی فصل

رحم

جس طرح موسم بہار انواع واقسام کے پھولوں کو زمین پر بکھیرتا ہے اور بادل جس طرح کھیتوں کو سرسبز و شاداب کرتا ہے۔ ویسے ہی رحم بدنصیب بنی نوع انسان کے لئے بھلائی اور بہبودی کی بارش کرتا ہے ؛

جو شخص دوسروں پر رحم کرتا ہے۔ وہ دوسروں سے رحم کئے جانے کے لئے اپنی سفارش کرتا ہے۔ مگر جس کے دل میں رحم نہیں ہے۔ وہ خود بھی اس کا مستحق اور اہل نہیں ہے ؛

جیسے بھیڑوں کی دردناک چیخ و پکار سے قصاب کا دل نہیں پسیجتا اسی طرح دوسروں کو دُکھ میں دیکھ کر بے رحم آدمی کا دل نہیں پگھلتا ؛

رحم کے آنسو گلاب کے خوشنما پھول پر پڑے ہوئے شبنم کے قطروں سے بھی زیادہ دلفریب ہوتے ہیں۔ اس لئے بیکسوں کی دردناک آہ وزاری سنکر اپنے کانوں کو بند نہ کر۔ اور نہ پاکیزہ دل لوگوں کو مصیبت میں مبتلا دیکھ کر سنگدل بن ؛

جب یتیم بچے مدد پانے کے لئے تیری خدمت میں حاضر ہوں۔ اور وہ آبدیدہ ہو کر تجھ سے مدد کی التجا کریں۔ تو ان کے دکھوں اور تکلیفوں پر دھیان دے۔ اور بے کس۔ بے یار و مددگار یتیموں کی حتی الوسع امداد کرو۔ راہ میں بھٹکتے ہوئے کسی ننگے بھوکے بے گھر۔ بے در آدمی کو جاڑے سے کانپتے ہوئے دیکھے۔ تو اس وقت اپنی فراخدلی کا ثبوت دے۔ اس پر اپنے رحم و کرم کا سایہ ڈال کر اس کی جان بچا۔ اس سے تیری رُوح کو اطمینان نصیب ہو گا۔ سچی خوشی حاصل ہو گی ؞

جب کوئی غریب بیمار بستر پر پڑا کراہ رہا ہو۔ جب کوئی بدنصیب قیدی جیل خانہ میں پڑا پڑا سڑ رہا ہو۔ یا کوئی سفید بالوں والا بوڑھا آدمی تجھ سے مدد کی التجا کرتا ہو۔ بھلا بتا تو سہی۔ کہ اس وقت ان لوگوں کی تکلیفوں کی طرف ذرا بھی دھیان نہ دے کر کیا۔ تو اپنے ہی عیش و آرام کی فکر میں مستغرق رہیگا ؟

پانچویں فصل

عشق

نوجوان! خبردار! عیش و عشرت سے بچا رہ۔ اور عشق کے چکر میں نہ پھنس۔ اگر تو عشق کے پھندے میں پھنس گیا۔ تو یاد رکھ۔ تباہی و بربادی تیرے سامنے منہ کھولے کھڑی ہیں ؞

تو عشق کے جوش میں اندھا دھند ہو جائے گا۔ اور خود دوڑ کر اپنی تباہی مول لے لیگا۔ اپنے حق میں کانٹے بوئے گا۔ اس لئے اس پر دل نہ لگا۔ اور نہ اس کے دل فریب جال میں پھنس کر اپنی رُوح کو قربان کر۔

ورنہ یاد رکھ۔ بحر راحت کو بھرنے والا صحت و تندرستی کا سرچشمہ بہت جلد سوکھ جائے گا۔ اور مسرت کے جھرنے کا پانی ختم ہو جائے گا۔ عالم شباب ہی میں تو بڈھا ہو جائے گا۔ اور جب کہ ابھی صرف زندگی کی صبح ہوئی ہو گی۔ تیری حیات کا آفتاب غروب ہو جائے گا۔

حصّہ سوم

پہلی فصل

عورت

اے نازنین! دانائی کی باتیں سن۔ اور انہیں اپنے دل کے آنچل میں باندھ لے۔ دل کی خوبصورتی تیرے جسمانی حسن وجمال کو دوبالا کردیگی اور گلاب کے پھول کی مانند تیری خوبصورتی کے کملا جانے پر بھی اپنی دلفریبی کو بدستور قائم رکھے گی ۔

تیرے جوانی کے دنوں میں یعنی زندگی کی صبح کے وقت جب کہ مردوں کی نگاہیں تجھ پر خوشی کے ساتھ پڑیں۔ اور قدرت تجھ کو آگاہ کرے کہ ان کے تیری طرف اس طرح دیکھنے کا مطلب کیا ہے۔ تو اس وقت ان کی دلفریب باتوں پر ذرا احتیاط اور ہوشیاری کے ساتھ اعتبار کر۔ دل کو اپنے قابو میں رکھ۔ اور ان کی پھسلانے والی باتوں کی طرف مطلق توجہ نہ دے ۔

یاد رکھ۔ تو مرد کی سمجھدار اور قابل رفیق حیات ہے۔ اس کے جذبات کی لونڈی نہیں ہے۔ تیری زندگی کا مقصد محض یہی نہیں ہے۔ کہ تو اسکی

نفسانی خواہشات کی تکمیل کیلئے صرف ایک آلہ کار کا کام دے بلکہ نیز اس کا بھی فرض ہے کہ جب وہ تکلیف میں ہو تو اسکی مدد کرے۔ اس کو تسلی دے۔ اسکے دل کو ڈھارس بندھائے۔ اور اس کے تمام تفکرات کو شیریں کلامی کے ذریعے دور کرے ؂

مرد کو اپنی طرف کون کھینچ لے جاتی ہے؟ وہ کون ہے جو اس کو اپنی محبت کی زنجیروں میں جکڑ کر اس کے دل میں اپنی جگہ بنا لیتی ہے ؟ اس میں گھر کر لیتی ہے ؂

دوسری فصل

یہ نہایت ہی دلچسپ اور نصیحت آموز کتاب ہے۔ جو ہر زن اور مرد کے پڑھنے کے قابل ہے

سگھڑ بیوی

سگھڑ بیوی کا دل پاک۔ صاف اور بے ریا ہوتا ہے۔ اس کے رخساروں پر انکسار اور حلیمی کی سرخی جھلکتی ہے۔ وہ ہر وقت کام میں مصروف رہتی ہے کبھی بیکار نہیں بیٹھتی۔ اس کا لباس صاف ستھرا ہوتا ہے۔ وہ تھوڑا کھاتی ہے۔ اور شرافت اور عاجزی کی پتلی ہوتی ہے۔ وہ بلبل کی طرح چہکتی ہے۔ اور اس کے منہ سے پھول جھڑتے ہیں ؂

اس کے الفاظ میں غضب کی دلفریبی ہوتی ہے۔ اور وہ جب کسی بات کا جواب دیتی ہے۔ تو ہمیشہ سچائی اور عاجزی کے ساتھ ایسا کرتی ہے۔ شوہر کی پناہ لینا اور اس کا حکم بجا لانا۔ بس یہی اس کی زندگی کے دو مقصد ہیں۔ اور انہی کی بدولت اسے سکون قلب اور راحت بطور انعام ملتے ہیں ؂

دور اندیشی اس کے آگے آگے چلتی ہے۔ اور نیک چلنی اس کے دہنے ہاتھ کی طرف رہتی ہے۔ اس کی آنکھوں میں محبت کا نور چمکتا ہے۔ اور سمجھداری اس کی بھوؤں پر بیٹھی رہتی ہے۔ اس کے اوصاف حمیدہ کے خوف سے بد چلن آدمی کی زبان اس کے سامنے نہیں کھلتی ٭

غیبت کرنے والے جب اڑوسیوں پڑوسیوں کی عیب چینی کر کے ان کی مذمت میں مصروف رہتے ہیں۔ تو وہ اپنی فراخدلی کے باعث منہ پر ہاتھ دھرے چپ چاپ بیٹھی رہتی ہے۔ اس کے دل کا مندر چونکہ شرافت سے معمور رہتا ہے۔ اس لئے اسے دوسروں کی برائیاں نظر ہی نہیں آتیں ٭

خوش قسمت ہے وہ شخص جسے ایسی بیوی نصیب ہوتی ہے۔ اور تقدیر والے ہیں وہ بچے جنہیں اس قسم کی عورتوں کو ماں کہہ کر پکارنے کی خوش قسمتی حاصل ہوتی ہے ٭

وہ جس جگہ رہتی ہے۔ وہاں کامل امن اور سکون کا راج رہتا ہے۔ وہ سوچ سمجھ کر حکم دیتی ہے۔ چنانچہ اس کے احکام کی بجا طور پر تعمیل ہوتی ہے وہ علے الصبح اٹھ کر اپنے خانگی معاملات پر غور کرتی ہے۔ اور گھر کے ہر ایک ممبر کو وہ کام سونپ دیتی ہے۔ جو اس کے کرنے کے قابل ہو۔ یعنی جسے وہ بخوبی انجام دے سکے ٭

اپنے کنبہ کا انتظام کرنے میں ہی اسے سب سے زیادہ خوشی حاصل ہوتی ہے۔ وہ کفایت شعاری کو ملحوظ خاطر رکھتی اور اپنے گھر کو بھی صاف ستھرا رکھتی ہے۔ اس کا اعلیٰ انتظام اس کے شوہر کے لئے زیور کا کام دیتا ہے بیوی کی تعریف سن کر شوہر کو بھی دل ہی دل میں بڑی خوشی حاصل ہوتی ہے ٭

وہ اپنے بچوں کے دل میں دانائی کی باتیں کوٹ کوٹ کر بھر دیتی ہے

اور خود اپنا اعلیٰ آئیڈیل ان کے پیش نظر رکھ کر ان کے چال چلن کی اصلاح کرتی ہے۔ اس کا حکم ہی بچوں کے لئے سب کچھ ہے۔ وہ اس کی طرف سے محض ایک اشارہ پاتے ہی خوشی خوشی اس کو بجالاتے ہیں ؂

جونہی اس کی زبان سے کوئی بات نکلتی ہے۔ نوکر چاکر فوراً اُسے پورا کر دیتے ہیں۔ اس نے اشارہ کیا۔ اور کام ہوا۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ نوکر اس کی محبت کی زنجیروں میں بندھے رہتے ہیں۔ چونکہ اس کا دل رحم سے بھرپور ہوتا ہے۔ اس لئے اس کا کام اور بھی زیادہ ہوشیاری سلیقہ شعاری اور احتیاط کے ساتھ انجام دیا جاتا ہے ؂

خوشحالی میں وُہ پھولی نہیں سماتی۔ اور مصیبت کا مقابلہ بڑے استقلال اور صبر کے ساتھ کرتی ہے۔ اس کی مدد سے شوہر کا دُکھ ہلکا ہو جاتا ہے۔ اور اس کی تیزی کم ہو جاتی ہے۔ وُہ اپنے دل کو عورت کے دل میں رکھتا ہے۔ اور ایسا کرنے سے اس کو اطمینان اور طمانیت حاصل ہوتی ہے ؂

خوش قسمت ہے وہ شخص جس نے ایسی ستی کو بیوی بنایا ہے۔ اور مبارک ہے وُہ بچہ جو ایسی نیک خاتون کو ماں کہکر پکارتا ہے ؂

حصّہ چہارم

پہلی فصل

شوہر

اے نوجوان! شادی کر کے خدا کا حکم بجالا۔ اور سوسائٹی کا ایک معتبر معزز رکن بن۔ بڑی احتیاط سے بیوی کا انتخاب کر۔ جلدی کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ تیری مستقبل خوشی و راحت کا انحصار موجودہ انتخاب پر ہی ہے ٭

اگر کوئی عورت کپڑے لتے سنوارنے یا بناؤ سنگار میں بہت زیادہ وقت ضائع کرتی ہو۔ اگر اسے اپنے حسن وجمال کا گھمنڈ ہو۔ اور اپنی تعریف ہی سے اس کو خوشی محسوس ہوتی ہو۔ اگر وہ قہقہے لگا لگا کر ہنستی ہو۔ اور زور زور سے باتیں کرتی ہو۔ اگر اس کا پاؤں اپنے باپ کے گھر نہ ٹکتا ہو۔ اور غیر مردوں پر اس کی نگاہ بھٹکتی رہتی ہو۔ تو خواہ اس کی خوبصورتی آسمان کے چاند کے مانند کیوں نہ ہو۔ مگر تو اس کی طرف سے اپنی نگاہ پھیر لے۔ جس راہ سے ہو کر وہ جائے۔ اُدھر سے تُو نہ چل۔ اور فرضی تصور کے چکّر میں پڑ کر اپنی رُوح کو ناحق تکلیف نہ دے ٭

لیکن اگر اس کا دل نرم اور چال چلن پاکیزہ ہو۔ اگر اس کا دل اعلےٰ تربیت یافتہ اور رُوپ رنگ تیرے حسب خواہش ہو۔ تو اس کے گھر کو اپنا ہی گھر سمجھ۔ وہ اس قابل ہے۔ کہ تیری دوست۔ رفیق حیات اور تیرے دل کی مالکہ ہو۔ اُسے خدائی دین سمجھ کر اس کی پرورش کر۔ اور اس کے ساتھ ایسا برتاؤ کر۔ کہ وہ تیری محبوبہ بنی رہے ؂

وہ تیرے گھر کی مالکہ ہے۔ اس لئے اس کو احترام اور عزت کی نگاہ سے دیکھ۔ تیرے نوکر اس کے احکام بجا لائیں۔ اور بلا وجہ اس کی خواہشات کی تکمیل کے راستے میں حائل نہ ہوں۔ چونکہ وہ تیرے دکھ میں تیرا ساتھ دیتی ہے۔ اس لئے تو بھی اپنے سکھ میں اُسے اپنا ساتھی بنا ؂

اگر اس سے کوئی قصور سرزد ہو جائے۔ تو بڑی نرمی کے ساتھ اس کو سمجھا دے۔ سختی کے ساتھ اس سے اپنے احکام کی تعمیل نہ کرا۔ اپنے پوشیدہ راز اس کے دل میں بھر دے۔ اس کا مشورہ مخلصانہ اور بے ریا ہو گا۔ اس کی ذات سے تجھے دھوکا نہیں کھانا پڑے گا۔ بد چلن بن کر اسے دھوکا نہ دے۔ کیونکہ وہ تیرے بچوّں کی ماں ہے ؂

جب وہ بیمار پڑے۔ اور جسمانی درد اور تکلیف میں مبتلا ہو۔ تو اپنے رحم اور شفقت آمیز سلوک سے اس کی تکلیف کو ہلکا کر۔ اگر تو اس کو ایک بار بھی محبّت اور شفقت کی نگاہ سے دیکھے گا۔ تو اس کی تکلیف کم ہو جائے گی۔ اور تیری وہ نگاہ اس کے لئے دس ڈاکٹروں کی مجرّبہ ادویات سے بھی زیادہ مفید اور شفا بخش ثابت ہو گی ؂

صنفِ نازک کی نرم دلی اور اس کے جسم کی نزاکت پر دھیان دے۔ وہ ابلا (کمزور) ہے۔ اس لئے اس کے ساتھ بے رحمی کا سلوک روا نہ رکھ البتہ

اپنے نقائص کو ضرور یاد رکھ ۔

دوسری فصل

باپ

تو اب باپ بنا ہے۔ اس لئے اپنے فرائض کی طرف دھیان دے جس بچہ کو تو نے پیدا کیا ہے۔ اس کی غور و پرداخت کرنا تیرا فرض ہے تیرا لڑکا تیری شہرت پھیلائے گا۔ تیری نیک نامی کا باعث ہوگا۔ یا تیرے نام پر دھبہ لگائے گا۔ سوسائٹی کا ایک مفید رکن بنے گا۔ یا اس کے لئے بارگراں ثابت ہوگا۔ ان تمام باتوں کا انحصار صرف ایک تجھی پر ہے ۔

بچپن ہی سے اسے نصیحت کر۔ نیک راہ دکھا۔ اور سچائی کے اصول اس کے لوح دل پر نقش کر دے۔ اس کا میلان طبع کا خیال رکھ۔ بچپن ہی سے اُسے نیک راہ پر ڈال دے۔ اس کے عادات و خصائل پر بھی دھیان دیتا رہ۔ کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ جُوں جُوں اس کی عمر بڑھتی جائے گی۔ وُہ بُری عادتوں کا شکار ہوتا جائے۔ اس قسم کی نگرانی اور دیکھ بھال سے وہ پہاڑ پر اُگے ہوئے درخت کی طرح بڑھے گا۔ اور اس کا سر باقی درختوں کی نسبت اونچا رہیگا ۔

بُرا بیٹا باپ کی بدنامی کا باعث ہوتا ہے۔ اور نیک چلن اولاد سے والدین کو نیک نامی حاصل ہوتی ہے۔ اس سے باپ کی شہرت پھیلتی ہے

زمین تیری ہے۔ اس کو بنجر نہ چھوڑ۔ جیسا بیج تو اس میں بوئے گا۔ ویسا ہی پھل تجھے ملیگا ۔

اگر تو اسے بڑوں کی فرمانبرداری کا سبق سکھلائے گا۔ تو وہ تیری نیک نامی پھیلائے گا۔ اگر تو اس کو حلم و انکسار کی تعلیم دے گا۔ تو دنیا میں اُسے سرنگوں اور شرمندہ نہیں ہونا پڑے گا۔ اگر احسان مندی اور شکرگذاری کا سبق اسے سکھائے گا۔ تو بڑا ہو کر وہ اس کا فائدہ اٹھائے گا اگر خیرات کی طرف اس کے دل کو رغبت دلائے گا۔ تو لوگ اسے پیار کرینگے اگر تو اس کو اپنے حواس پر قابو رکھنے والا اور نیک چلن بنائے گا۔ تو وہ ہمیشہ تندرستی کے مزے لوٹے گا۔ اگر دوراندیش بنائے گا۔ تو وہ خوش قسمت نکلے گا اگر تو اسے انصاف پسندی کا سبق پڑھائے گا۔ تو سب لوگ اس کی عزت کریں گے ۔

اگر تو اس کو بے ریا اور صاف دل بنا دے گا۔ تو وہ ضمیر کے ہاتھوں تکلیف اٹھانے سے بچا رہیگا۔ اگر محنتی اور جفاکش بنائے گا۔ تو وہ صاحب مال و زر ہوگا۔ اگر دوسروں کے ساتھ نیکی کرنا سکھلائے گا۔ تو اس کے خیالات اعلےٰ و ارفع ہوں گے۔ اگر تو اُسے سائنس کی تعلیم دے گا۔ تو اس کی زندگی کامیاب ثابت ہوگی۔ اور اگر تو اُسے مذہبی تعلیم دے گا۔ تو وہ کامل اطمینان اور سکون کے ساتھ اس دنیائے فانی کو خیرباد کہے گا ۔

غرض تو آئیڈیل بن کر اس کو جس قسم کی تعلیم دے گا۔ وہ ویسا ہی بن جائے گا ۔

عـ ۱ ۔ نمونہ

تیسری فصل

بیٹا

خدا نے جتنے جاندار پیدا کئے ہیں۔ انسان کا فرض ہے۔ کہ وہ ان سے دانائی سیکھے۔ اور جو تعلیم وہ دیں۔ اس کو اپنی زندگی میں عملی طور پر استعمال کرنے کی کوشش کرے ÷

اے میرے فرزند! ذرا جنگل میں جا کر سارس کو دیکھ جو وہاں رہتا ہے۔ اور اسے اپنے ساتھ بات چیت کرنے دے۔ کیسی محبت سے وہ اپنے بوڑھے باپ کو اپنے پیروں میں اٹھا کر لے جاتا ہے۔ اور اسے کسی محفوظ مقام میں بٹھا کر خود دانہ پانی کا کیسا اچھا انتظام کرتا ہے ÷

ماں باپ کی خدمت۔ اطاعت اور عقیدت بھگتی۔ آفتاب کی نذر کئے ہوئے ملک ایران کی دھوپ سے بھی زیادہ خوشگوار ہے۔ اور جانب جنوب چلنے والی ہواؤں کے ذریعہ پھیلائی ہوئی عرب کے مصالحہ جات کی خوشبو سے بھی زیادہ دل خوش کن ہے ÷

اس لئے تجھے واجب ہے۔ کہ اپنے باپ کا احسان مند رہے۔ کیوں کہ اس نے تجھے پیدا کیا ہے۔ اپنی ماں کو بھی تو نہ بھول جا۔ کیونکہ اس نے تجھے ۹ ماہ اپنے پیٹ میں رکھا (تھا) ÷

ان کی باتوں کو سن۔ کیونکہ وہ تیرے ہی فائدہ اور بھلے کے لئے کہی جا رہی ہیں۔ تیرا باپ اگر کچھ تجھے برا بھلا کہے۔ تو اسے بھی خوب توجہ سے

سن کیونکہ اس نے محبت سے ایسا کہا ہے۔ پیار کے سوا اور کوئی مقصد اس کے پیش نظر نہیں تھا۔ اس نے تیری بھلائی کی خاطر راتیں جاگ جاگ کر گذار دیں۔ اس نے تیرے آرام کی خاطر بڑی محنت کی۔ اس لیئے اس کی عمر کا لحاظ کر۔ اس کے سفید بالوں کی بے عزتی نہ کر۔

اپنی بچپن کی کمزوری اور عالم شباب کی سرکشی کو نہ بھول۔ اپنے بوڑھے باپ کے نقائص پر دھیان نہ دے۔ بڑھاپے میں اس کی سب طرح سے مدد کر اس کی ہر ممکن و مناسب طریقہ سے خدمت انجام دے ؛

اس طرح وہ آرام اور اطمینان کے ساتھ اس دنیائے فانی کو خیرباد کہیگا اور جتنی محبت اور عقیدت تو اپنے باپ پر رکھے گا۔ اتنی ہی عقیدت اور محبت تیری اولاد تجھ سے کرے گی ؛

چوتھی فصل

سگا بھائی

اے حقیقی بھائیو! تم ایک ہی باپ کی اولاد ہو۔ اس نے بڑی احتیاط سے تمہاری غور و پرداخت کی ہے۔ ایک ہی ماں کے دودھ سے تم سب کی پرورش ہوئی ہے۔ اس لیئے تم لوگ ایک دوسرے کے ساتھ محبت کی زنجیروں میں جکڑے رہو۔ تاکہ تمہارے باپ کے گھر میں محبت اور صلح صفائی کا راج رہے ؛

اور جب تم ایک دوسرے سے الگ ہو۔ تو اپنے محبت اور اتفاق کے رشتہ کو نہ بھولو۔ پریم کی گانٹھ کو کبھی ڈھیلا نہ ہونے دو۔ اور کنبہ کے لوگوں کی امداد کرنا اپنا فرض مقدم جانو ؂

اگر تمہارا بھائی کسی مصیبت میں مبتلا ہو گیا ہے۔ تو اس کی مدد کرو اگر تمہاری بہن کو کوئی خطرہ درپیش ہے۔ تو اس کی بھی مدد کرو ؂

اس طرح تمہارے باپ کے مال سے گھرانے بھر کا فائدہ ہو گا۔ اور اس میں عقیدت کا جذبہ ہمیشہ تمہاری باہمی محبت کو بڑھاتا رہیگا ؂

حصہ پنجم

پہلی فصل

عقلمند اور نادان

عقل بھی خدا کی دین ہے۔ وہ جس کو جتنی مناسب سمجھتا ہے۔ اسکی قابلیت کے مطابق اسی قدر عطا کرتا ہے ؛

جس کو پرماتما نے عقل و خرد عطا کی ہے جس کے سینے کو اس نے علم و گیان کے نور سے منور کیا ہے۔ اس کو چاہئے۔ کہ اس کی مدد سے بیوقوفوں کو نصیحت کرے۔ اور اپنا علم و عمل بڑھانے کے لئے اُسے اپنے خیالات کی شکل میں اپنے بزرگوں کے سامنے رکھے ؛

سچے عالم میں جاہل (اگیانی) کی نسبت ضد اور سرکشی کم ہوتی ہے ہوشیار آدمی کے دل میں بار بار شکوک پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ جن کی جانچ کر کے وہ اپنے خیالات کو اپنے مطابق شکل دیتا رہتا ہے۔ مگر جو شخص علم و عقل سے بے بہرہ ہوتا ہے۔ وہ بڑا ضدی ہوتا ہے۔ اس کے دل میں کوئی شک پیدا نہیں ہوتا۔ گویا وہ سب کچھ جانتا ہے۔ اگر کچھ نہیں جانتا۔ تو وہ صرف اپنی لاعلمی کے بارے میں ؛

خالی اکثر قابل مذمت ہے۔ اور زیادہ بڑبڑانا بے وقوفی کی علامت ہے
مگر اس کے باوجود بھی بیوقوفوں کی سرکشی اور ضد کو چپ چاپ برداشت کر لینا
اور ان کی بے وقوفی پر ہمدردی کا اظہار کرنا ہی دانائی کا کام ہے ❊
غرور سے پھول نہ جا۔ اور نہ اپنی عقل رسا کا گھمنڈ کر۔ کیونکہ انسان کا علم
بہت ہی محدود ہے ❊

ہوشیار! دانا آدمی اپنی کوتاہیوں اور نقائص سے باخبر رہتا ہے۔ یہی
وجہ ہے۔ کہ وہ منکسر مزاج ہوتا ہے۔ اور خود نیک بننے کی کوشش کرتا ہے ❊

مگر بے وقوف آدمی اپنے دل کے سمندر کی ہلکی ہلکی کنکریوں۔ سیپیوں کو
دیکھکر ہی خوش ہوتا رہتا ہے۔ وہ انہیں نکال نکال کر موتیوں کی طرح دکھلاتا ہے
اور جب اور لوگ اس کی تعریف کر دیتے ہیں۔ تو وہ بے انتہا خوش ہوتا ہے۔
نکمی۔ بے مصرف باتوں کے علم پر وہ بڑا فخر کرتا ہے۔ مگر یہ نہیں سوچتا۔ کہ خدا
معلوم اسے اپنی لاعلمی پر کہاں اور کب شرمندہ ہونا پڑے!

اگر اس کو دانائی کی راہ پر ڈال دیا جائے۔ تب بھی وہ بیوقوفی کے راستے
پر چلنا شروع کر دیتا ہے۔ مگر اس محنت کا انعام اس کو کیا ملتا ہے؟ مذمت اور
مایوسی کے سوا اور کچھ نہیں ❊

مگر دانا آدمی علم حاصل کرتا ہوا اپنی تربیت میں مصروف رہتا ہے۔ علوم
وفنون کی تحصیل و ترقی میں اسے بہت خوشی حاصل ہوتی ہے۔ اور چونکہ اس کی
ذات سے سوسائٹی کو بہت فائدہ پہنچتا ہے۔ اس لئے وہ بڑی عزت و توقیر
کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اس کے نزدیک افضل ترین علم یہی ہے۔ کہ اپنے
اندر اوصاف حمیدہ پیدا کئے جائیں۔ وہ تمام عمر اس تحقیقات اور تجسس
میں مصروف رہتا ہے۔ کہ حقیقی راحت کس طرح حاصل ہو سکتی ہے ❊

دوسری فصل

امیر و غریب

جس شخص کو خدا نے زر و مال سے بہرہ ور کیا ہے۔ اور اس کے جا استعمال کی عقل و تمیز بھی عطا کی ہے۔ اسی کو خدا کا محبوب اور معزز و نیک نام جان ؛
اپنے زر و مال کو دیکھ کر وہ بہت خوش ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کی بدولت وہ دوسروں کا بھلا کر سکتا ہے۔ وہ ستم رسیدوں کی حفاظت اور محتاجوں کی مدد کرتا ہے۔ اور زبردستوں کو کمزوروں پر ظلم نہیں کرنے دیتا۔ جو لوگ رحم اور ہمدردی کے مستحق ہیں۔ وُہ انہیں جانتا ہے۔ اور ان کی ضروریات کا خیال کر کے بہ فیاضانہ طور پر اور دانائی سے ان کی مدد کرتا ہے۔ وہ ہنرمندوں کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ اور ہر ایک مفید بات کو بڑی فراخدلی کے ساتھ فروغ دینے کی کوشش میں مصروف رہتا ہے ؛
وہ تجارت کے متعلق بڑے بڑے کام شروع کرتا ہے جس سے اس کے وطن کے مزدوروں کو مزدوری ملتی ہے۔ اور ملک کی دولت بڑھتی ہے۔ وہ سوچ سوچ کر نئی نئی ترکیبیں نکالتا ہے جن سے علوم و فنون کو ترقی ہوتی ہے کھانے پینے کا جو سامان اس کی ضرورت سے زیادہ ہوتا ہے۔ اسے وُہ اپنے بیکس ہمسایوں کا مال سمجھتا ہے۔ اور اس لئے وہ انہیں دے دیتا ہے ؛
خوش حالی اور فارغ البالی کے سبب اس کی فراخدلی کم نہیں ہوتی اور یہی وجہ ہے۔ کہ وہ اپنے زر و مال کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ اس کی

مسرت بالکل پاک ۔ بے عیب ہوتی ہے ×

مگر لعنت ہے اس شخص کو۔ جو بے انتہا زر و مال فراہم کر کے اسے اپنے ہی پاس رکھے رہنا پسند کرتا ہے۔ وہ غریبوں کا خون چوستا رہتا ہے ۔ اور ان کی محنت اور تکلیف کا ذرا بھی خیال نہیں کرتا ×

جور و ظلم کے ذریعے سے اپنی ترقی کرنے میں اسے ذرا بھی افسوس نہیں ہوتا۔ اور بھائیوں کے سر پر تباہی آئی دیکھ کر اس کا دل نہیں دہلتا۔ یتیموں کے آنسوؤں کو وہ دودھ کے گھونٹوں کی طرح پی جاتا ہے۔ اور بیواؤں کی دردناک آہ و زاری اس کے کانوں کو ذرا بھی تکلیف نہیں پہنچاتی۔ زر و مال کی طمع اس کے دل کو پتھر بنا دیتی ہے۔ اس لئے دُوسروں کا دکھ دیکھ کر اس کے دل پر ذرا بھی اثر نہیں ہوتا ×

مگر یہ گناہ کا بھُوت اس کا پیچھا نہیں چھوڑتا ۔ وہ اسے کبھی چین نہیں لینے دیتا۔ وہ دوسروں پر جو ظلم روا رکھتا ہے ۔ اس کی آگ اس کو رات دن جلاتی رہتی ہے ۔ اور پرایا دھن مال ہڑپ کر جانے کا عیب اُسے ہمیشہ تنگ کرتا رہتا ہے ×

افسوس ! جو تکلیف اس کے دل کے اندر ہوتی ہے۔ اس کے مقابلہ میں افلاس و تنگدستی کی تکلیف کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتی ×

غریبوں کو خوشی منانی چاہئے ۔ اس کی کئی وجوہات ہیں —— اُن کو خوشامدی ۔ خود غرض اور کھاؤ ۔ اڑاؤ بھائی ہر وقت نہیں گھیرے رہتے اس لئے وُہ اپنی روکھی سوکھی نمک روٹی صبر و قناعت اور آرام و راحت کے ساتھ کھا سکتے ہیں۔ وُہ بہت سے نوکروں چاکروں سے ہونیوالی پریشانی سے بچے رہتے ہیں۔ ہر وقت مانگنے والے سائل بھی انہیں تکلیف دینے

نہیں آتے۔ انواع واقسام کی لذیذ و مرغن غذائیں انہیں میسّر نہیں آتیں۔ اس لئے وہ امراض کے حملوں سے محفوظ رہتے ہیں۔ انہیں روکھی سوکھی روٹی اور کوئیں کا تازہ پانی بہت اچھا لگتا ہے۔ ان کے نزدیک اعلیٰ قسم کے لذیذ کھانے اور پینے کی اشیاء کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتیں۔

چونکہ اسے محنت کرنی پڑتی ہے۔ اس لئے اس کی صحت و توانائی قائم رہتی ہے۔ اور اُسے نیند گہری آتی ہے۔ جو پلنگ پر سونے والے کاہل امیروں کو بھی کبھی نصیب نہیں ہوتی۔

وہ بڑے عجز و انکسار کے ساتھ اپنی خواہشات کو محدود کر لیتا ہے اور زر و مال اور شان و شوکت کی نسبت قناعت کی دولت سے حاصل ہونے والا سُکھ اُسے بہت اچھا معلوم ہوتا ہے۔

اس لئے دولتمندوں کو واجب ہے۔ کہ وہ زر و مال کے غرور سے پھُول نہ جائیں۔ اور غریبوں کو بھی چاہیئے۔ کہ افلاس و تنگدستی کے سبب دُکھ نہ مانیں۔

اس کریم و کارساز کا مقصد یہی ہے۔ کہ دونوں سُکھ آرام سے رہیں۔

تیسری فصل

آقا اور خادم

اے انسان! تو اس وجہ سے بڑبڑ نہ کر۔ کہ تو دوسرے کا نوکر ہے سمجھ

ملے۔ کہ یہ بھی خالق ہی کا ایک انتظام ہے۔ اس سے بھی بے شمار فائدے ہیں غلامی تجھ کو زندگی کے تفکرات سے بچائے رکھتی ہے۔

آقا پرستی۔ وفاداری اور نمک حلالی سے نوکر کی عزت ہوتی ہے۔ اور اس کا افضل ترین وصف اپنے آقا کا حکم بجالانا ہے۔ اس لئے امیروں کی زبان کے حملوں کو چپ چاپ سہلے۔ اور جب وہ تجھے ڈانٹیں۔ تو جواب نہ دے۔ تیری اس بُردباری اور قوت برداشت کو تیرا آقا فراموش نہ کر سکے گا اس کی بھلائی کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہ۔ اس کا کام خوب جی لگا کر اور محنت کے ساتھ کر جس بات میں وُہ تجھ پر بھروسہ کرے۔ اِس میں اُس کو مایوس نہ کر۔ اس کے ساتھ کبھی دغا بازی نہ کر۔ نوکر کے وقت اور محنت پر آقا کو پورا پورا حق اور اختیار حاصل ہے۔ اس کے لئے وہ تنخواہ دیتا ہے پس اُسے دھوکہ نہ دے۔

اور تُو! جو اپنے تئیں آقا کہتا ہے۔ اگر چاہتا ہے۔ کہ تیرا خادم وفادار آقا پرست اور نمک حلال ہے۔ تو اس کے ساتھ منصفانہ سلوک روا رکھ۔ اور اگر تو اس امر کا خواہشمند ہے۔ کہ وُہ تیرا فرمانبردار ہو۔ تو سوچ سمجھکر حکم دے۔

ہوش آخر انسان میں ہوتا ہی ہے۔ سختی چاہے نوکر کے دل میں خوف پیدا کر دے۔ مگر اس سے محبت نہیں پیدا ہو سکتی۔ رحمدل رہ۔ ہاں کبھی ڈانٹ ڈپٹ کر دیا کر۔ دانائی سے کام لے۔ لیکن گاہے جتلا دیا کر۔ کہ تو آقا ہے۔ اور وہ نوکر۔ اس طرزِ عمل سے تیری فہمائش کا نوکر کے دل پر ضرور اثر پڑے گا۔ اور اپنے فرض کی ادائیگی میں اُسے یک گونہ اطمینان حاصل ہوگا۔

نوکر تیری خدمت احسانمندی اور وفاداری کے ساتھ بجالائے گا۔ خوشی خوشی اور محبت کے ساتھ تیرے احکام کی تعمیل کریگا۔ مگر تو بھی اس کے

بدلے میں اسے مناسب انعام دینے سے کبھی نہ چوک ؛

چوتھی فصل

بادشاہ اور رعیّت

اے خدا کے پیارے! تجھ کو انسانوں نے اپنے اوپر حکومت کرنے کے لئے تخت پر بٹھایا ہے۔ اس لئے تجھے واجب ہے۔ کہ اپنے مرتبہ کے جاہ و حشمت کے مقابلہ میں ان لوگوں کے مقاصد کی تکمیل کی طرف زیادہ دھیان دے۔ جنہوں نے تجھے اتنی بڑی عزّت اور رُتبہ بخشا ہے ؛

بیش قیمت شاہی پوشاک سے مزین کر کے تجھے تخت پر بٹھایا گیا ہے تیرے سر پر تاج رکھا گیا ہے۔ شاہی عصا تیرے ہاتھ میں دیا گیا ہے۔ یہ بادشاہت کے نشانات کیا محض تیرے ذاتی فائدے کے لئے عطا کئے گئے ہیں؟ نہیں۔ یہ تجھے اس لئے سونپے گئے ہیں۔ کہ تو رعیت کا بھلا کرے رعایا کی بہبودی میں ہی راجہ کی بڑائی ہے۔ کیونکہ اُس کی بادشاہت اور اختیارات کا انحصار صرف رعایا ہی پر ہے ؛

جو بادشاہ نیک ہوتا ہے۔ اس کا دل اس کے بلند مرتبہ اور جاہ وحشمت سے فراخ ہو جاتا ہے۔ وہ بڑی بڑی تجویزیں سوچتا۔ اچھے اچھے قانون بناتا اور اپنی طاقت و ذرائع کے موافق نئے نئے کام شروع کرتا ہے۔ وہ اپنی سلطنت کے لائق اور قابل آدمیوں کو جمع کر کے دربار منعقد کرتا ہے۔ اُن سے صلاح

مشورہ لیتا ہے۔ ان کی باتوں کو ماننا اور ان کی رائے کے مطابق عمل کرتا ہے وہ اپنی عقل رسا کی بدولت آدمی کو دیکھتے ہی تاڑ جاتا ہے۔ کہ یہ کس قابلیت کا آدمی ہے۔ اور اس کے مطابق اسے کام سونپ دیتا ہے۔ اس میں مردم شناسی کا جوہر ہوتا ہے۔ اس کے مصنف انصاف پسند ہوتے ہیں اس کے وزیر دانا اور باتدبیر ہوتے ہیں۔ اور اس کے مصاحب اور حوالی موالی اس کو دھوکہ نہیں دے سکتے ؛

اس کے زیر سایہ صنعت و حرفت۔ تجارت اور علوم و فنون کو فروغ حاصل ہوتا ہے۔ عالم اور دانا آدمیوں کی صحبت اسے بہت بھاتی ہے جس سے اس کی اعلےٰ خواہشات بڑھتی ہیں۔ اور ان سب کی محنت سے سلطنت کو دن دونی رات چوگنی ترقی نصیب ہوتی ہے ؛

تجارت کو فروغ دینے والے تاجروں کے ہمت و حوصلہ کی۔ محنت شاقہ کر کے بنجر زمین کو زرخیز بنانے والے کسانوں کی جانفشانی اور ہوشیاری کی۔ صناعوں کی کاریگری کی۔ اور عالموں کی علمی استعداد اور قابلیت کی بجا قدر افزائی کر کے وہ ان سب کو فراخدلی کے ساتھ انعامات عطا کرتا ہے۔

وہ نئے نئے شہر آباد کرتا ہے۔ مضبوط اور پائدار جہاز تعمیر کراتا ہے رعیت کے آرام اور سہولیت کے لئے دریاؤں سے نہریں نکلواتا ہے۔ اور ملک کی تجارت کی ترقی کے لئے بندرگاہ بنواتا ہے نتیجہ اس کا یہ ہوتا ہے۔ کہ اس کی رعایا خوش حال اور اس کی سلطنت کی بنیادیں مضبوط و مستحکم ہو جاتی ہیں ؛

آئین و قوانین وضع کرتے وقت وہ انصاف۔ تدبر اور دانائی سے کام لیتا ہے۔ اس کی رعایا خوشی سے اپنی محنت کے ثمرہ کا لطف اٹھاتی ہے۔

قوانین اس کے رلستنے میں کسی قسم کی رکاوٹ پیش نہیں کرتے ۔ بلکہ ان کی پابندی سے ہی رعایا کو آرام اور خوشی حاصل ہوتے ہیں ۔

وہ رحم آمیز انصاف کرتا ہے ۔ مگر مجرموں اور خطاکاروں کی ذرا بھی رورعایت نہیں کرتا ۔ اور انہیں سختی کے ساتھ سزا دیتا ہے ۔ اپنی رعایا کی شکایتوں کو سننے کے لیئے وہ ہر وقت تیار رہتا ہے ۔ اور ظالموں کے ظلم سے اس کی حفاظت کرتا ہے ۔ اس کی رعایا اسی لیئے اس کو باپ کی طرح عزت اور محبت کی نگاہ سے دیکھتی ہے ۔ اور اپنے تمام سکھ اور آرام کا اس کو محافظ سمجھتی ہے ۔ رعایا کی محبت اس کے دل میں بھی رعایا کی طرف محبت پیدا کر دیتی ہے ۔ اور اس کے بعد وہ اس کے سکھ ۔ آرام کو قائم و برقرار رکھنے کی کوشش میں ہمیشہ مصروف رہتا ہے ۔ رعایا کے دل میں اس کی طرف سے کسی قسم کی شکایت باقی نہیں رہتی ۔ اور اس وقت اس بادشاہ کے دشمن بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے ۔

اس کی رعایا اس کے تمام کاموں میں وفاداری اور ثابت قدمی سے حتی الوسع ہر ممکن مدد دیتی ہے ۔ وہ آہنی دیوار کی طرح اس کی حفاظت کرتی ہے ۔ جس طرح ہوا کے سامنے بھوسہ نہیں ٹھہر سکتا ۔ ویسے ہی اس کے مقابلہ میں غنیم کا لشکر ٹھہرنے کی تاب نہیں لا سکتا ۔

ایسے بادشاہ کی رعایا محفوظ اور بڑے امن ۔ آرام اور سکھ سے رہتی ہے ۔ اور شہرت اور طاقت کے فرشتے اس کے تخت کے چاروں طرف دست بستہ حاضر رہتے ہیں ۔

حصّہ ششم

مجلسی فرائض

پہلی فصل

محبّتِ قوم

جب تو اپنی ضروریات اور کمی پر غور کرنے بیٹھے - تو اے انسان! اس وقت اس خالق و مالک کا احسان نہ بھول - جس نے تجھے سوچنے سمجھنے اور بولنے کی طاقتیں عطا فرمائی ہیں - اور جس نے ایک دوسرے کی مدد اور بھلا کرنے کے لئے تجھے سوسائٹی میں جگہ بخشی ہے - یعنی تجھے اس کا ایک رکن بنایا ہے ۰

خوراک - لباس - گھر مصیبتوں سے حفاظت - زندگی کا لطف اور آرام چین یہ سب تجھے دوسروں کی مدد سے حاصل ہوئے ہیں - سوسائٹی سے باہر یہ چیزیں اور کہیں نہیں مل سکتی تھیں - اس لئے تیرا فرض ہے - کہ جس طرح تو چاہتا ہے - کہ دوسرے تیرے دوست بنے رہیں - ویسے ہی تو بھی دوسروں کا دوست بنا رہ ۰

جس طرح گلاب سے خوشگوار خوشبو خود بخود نکلتی رہتی ہے ویسے ہی دوسروں کا بھلا کرنے والے آدمی کا دل خود بخود نیک کاموں کی طرف راغب رہتا ہے۔ اُسے کسی کے کہنے سننے یا جتلانے کی مطلق ضرورت نہیں پڑتی۔ اسے اپنے دل میں سُکھ اور اطمینان کا احساس ہوتا ہے۔ اور اپنے ہمسایوں کی ترقی دیکھ کر خوشی حاصل ہوتی ہے وہ کسی کی برائی نہیں سنتا۔ اور دوسروں کی غلطیوں اور بری باتوں کو دیکھ کر اس کو صدمہ ہوتا ہے ؛

اس کی خواہش ہمیشہ یہی رہتی ہے۔ کہ دوسروں کا بھلا کرے۔ اور اس کے لئے وہ ہر وقت موقعہ کی جستجو میں رہتا ہے۔ دوسروں کی تکلیف دور کرکے اس کے دل کو شانتی حاصل ہوتی ہے ؛

اس کا دل فراخ ہوتا ہے۔ اس لئے وہ خدا سے یہی دعا مانگتا ہے۔ کہ سب کو آرام و راحت نصیب ہو۔ اور اپنی عالی ظرفی کے سبب حتے الوسع یہ کوشش کرتا ہے۔ کہ سب اس سے بہرہ ور ہو سکیں ؛

دوسری فصل

انصاف

انصاف کے بغیر سوسائٹی میں امن قائم نہیں رہ سکتا۔ اور انسان کے سکھ کا انحصار اس بات پر ہے۔ کہ وہ اپنے زر و مال کا

جا استعمال کر کے اس سے لطف اندوز ہو۔ اس لئے اپنی خواہشات
کو مناسب حدود کے اندر رکھ۔ اور انصاف کے ساتھ انہیں
پورا کر ؎

اپنے ہمسایہ کے مال و دولت پر دانت نہ لگا۔ اس کے مال و جائداد
کو محفوظ رہنے دے۔ حرص یا غصہ سے مغلوب ہو کر اس کی جان لینے
پر آمادہ نہ ہو جا۔ اس کے چال چلن پر دھبّہ نہ لگا۔ اور نہ اس کے خلاف
جھوٹی گواہی دے۔ اس کی بیوی کو بہکانے کی کوشش نہ کر۔ اور نہ
اس کے نوکروں کو لالچ یا ترغیب دے کر اس بات کی کوشش کر
کہ وہ اپنے مالک کو چھوڑ دیں۔ اس سے اس کے دل کو بڑا دکھ ہو گا اتنا
دکھ۔ کہ تو اس کو دُور نہیں کر سکتا ؎

کسی کی رو رعایت نہ کر۔ سب کے ساتھ غیر جانبدارانہ اور
منصفانہ سلوک روا رکھ ؎

سب کے ساتھ ویسا ہی سلوک کر۔ جیسا کہ تو چاہتا ہے۔ وہ تیرے
ساتھ کریں ؎

جو تیرا اعتبار کرے۔ اس کا ساتھ دے۔ جو شخص تجھ پر بھروسہ
کرے۔ اسے دھوکا نہ دے۔ یاد رہے۔ کہ اس قادر مطلق کی نگاہوں
میں چوری کرنا اتنا بڑا گناہ نہیں ہے۔ جتنا عظیم گناہ دغا بازی ہے
بیکسوں اور ستم رسیدہ لوگوں پر ظلم نہ کر۔ اور نہ مزدوروں کو اُن
کی محنت کا معاوضہ دینے میں حیل و حجّت کر۔ نفع پر اپنی اشیاء
فروخت کرتے وقت ضمیر کی آواز سن کر تھوڑے ہی منافعہ پر
قانع رہ۔ گاہکوں کو بھولا بھالا سمجھ کر انہیں مونڈنے کی کوشش

نہ کر ٭

اگر تونے کسی سے قرضہ لیا ہے۔ تو اسے چکا دے۔ قرضخواہ نے تجھے تیری ساکھ پر روپیہ قرض دیا تھا۔ قرض کی عدم ادائیگی کمینہ پن اور بے انصافی ہے ٭

غرض ہر شخص سوسائٹی کا ایک عضو ہے۔ اُسے چاہئیے کہ اپنے دل کی جانچ اور تحقیقات کر کے اپنی قوّت حافظہ سے کام لے اور اگر اسے معلوم ہو۔ کہ اس نے مندرجہ بالا باتوں میں سے کسی کی خلاف ورزی کی ہے۔ تو اس کا فرض ہے۔ کہ اپنی پچھلی غلطی یا کوتاہی کے لئے نادم اور متاسف ہو۔ اور آئندہ اسے دور کرنے کی حتے الوسع کوشش کرے ٭

تیسری فصل
نیکی

مبارک ہے وہ شخص جس نے اپنے دل میں دوسروں کے ساتھ نیکی کرنے کا بیج بو یا ہے۔ کیونکہ دھرم اور پریم اس بیج سے پیدا ہوتے ہیں ٭

جو شخص دوسروں کا بھلا کرتا ہے۔ اس کے بھر دل سے نیکی کی ندیاں نکل نکل کر کل بنی نوع انسان کا بھلا کرتی ہیں خطرہ اور مصیبت

کے وقت وہ غریبوں کی مدد کرتا ہے۔ اور سوسائٹی کی حالت کو بہتر بنانے میں اُسے دلی خوشی حاصل ہوتی ہے ؛

وہ شخص اپنے ہمسایوں کی کبھی برائی نہیں کرتا۔ جن باتوں کی تہ میں حسد۔ کینہ یا بغض ہو ـــــ وہ ان پر کبھی اعتبار نہیں کرتا۔ اور کسی کی غیبت نہیں کرتا۔ وہ دوسروں کی خطاؤں کو معاف کر دیتا ہے۔ اور انھیں بھول جاتا ہے۔ انتقام اور بغض و عناد کے جذبات کو اس کے دل میں جگہ نہیں ملتی۔ وہ بدی کے بدلے میں بدی نہیں کرتا۔ وہ اپنے دشمنوں سے بھی نفرت نہیں کرتا۔ بلکہ محبت سے اُن کی تقصیروں کو فراموش کر دیتا ہے ؛

دوسروں کے تکالیف اور تفکرات کو دیکھ کر مخیر انسان کا دل پسیج اٹھتا ہے۔ وہ ان کے مصائب کو دور کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اگر اس کی کوشش بار آور ہوئی۔ تو اس سے اس کو جو راحت حاصل ہوتی ہے۔ اس کو وہ اپنے لئے کافی شافی انعام سمجھتا ہے ؛

جو شخص آتش غضب سے مغلوب ہو۔ اس کے غصّہ کی آگ کو فرو کر کے وہ جھگڑا مٹا دیتا ہے۔ اور اس طریقہ سے آئندہ بغض و عناد اور لڑائی جھگڑے کو روکتا ہے۔ وہ اس امر کی کوشش کرتا ہے۔ کہ اس کے ہمسایوں میں امن اور صلح و صفائی قائم رہے۔ اور ان میں باہمی محبت بڑھے ؛

یہی وجہ ہے۔ کہ لوگ اس کی تعریف کرتے اور اس کے حق میں دُعائے خیر دیتے ہیں ؛

چوتھی فصل

احسان مندی

جسطرح رس درخت کی شاخوں میں پھیل کر پھر اسی جڑ میں لوٹ جاتا ہے۔ جہاں سے وہ آیا تھا۔ یا جس طرح دریا کا پانی جس سمندر سے دریا کو ملتا ہے۔ آخر کار اسی سمندر میں پھر واپس چلا جاتا ہے ویسے ہی اس شخص کا دل جس کا سینہ شکر گزاری کے جذبات سے معمور ہو بار بار اپنے محسن کی طرف پلٹتا رہتا ہے۔ اپنے محسن کے احسان کے بدلے میں احسان کرنے میں ہی اُسے سچی راحت حاصل ہوتی ہے اگر کوئی شخص ایسے آدمی پر احسان کرے۔ تو وہ خوشی خوشی اس کے احسان کو قبول کر لیتا ہے۔ اور اپنے محسن کو احترام اور محبت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

اور اگر اس احسان کا بدلہ چکانا اس کی طاقت کے باہر ہو۔ تب بھی وہ تمام عمر اس کو کبھی نہیں بھولتا۔

دوسرے کا احسان ماننے والا آدمی آسمان کے بادل کی مانند ہے۔ جو پانی برسا کر پھولوں۔ پھلوں۔ سبزی اور اناج کی پیداوار کو بڑھاتا ہے۔ مگر ناشکرے یعنی احسان فراموش آدمی کا دل صحرا کی ریتلی زمین کی طرح ہے۔ صحرا کی ریتلی زمین برسے ہوئے پانی کو جذب کر کے اسے پیٹ میں رکھ چھوڑتی ہے۔ اور کچھ پیدا کرنا نہیں چاہتی

اپنے محسن سے حسد نہ کر۔ اور نہ اس کے کئے ہوئے احسان کو چھپانے یا اس پر خاک ڈالنے کی کوشش کر۔ کیونکہ گو کسی کے زیر احسان ہونے کی نسبت دوسرے پر احسان کرنا بہتر ہے۔ اگرچہ احسان کرنے سے ہماری تعریف ہوتی ہے۔ تاہم اس شخص کی عاجزی جس کا دل احسان مندی کے جذبات سے معمور ہو۔ دل کو پگلا دیتی ہے۔ اور خدا اور انسان دونوں ہی کو بھاتی ہے ؂

مگر جو شخص مغرور یا متکبر ہو۔ اس کے احسانات کو ہرگز قبول نہ کر۔ اور نہ اس شخص پر کوئی احسان کر۔ جو خود غرض، مطلب پرست یا حریص زر ہو۔ کیونکہ مغرور آدمی کا غرور و تکبر تجھ کو شرمندہ کرے گا اور لالچی اور مطلبی آدمی کا مطلب کبھی پورا ہونے کا نہیں ؂

پانچویں فصل

بے ریائی اور صاف دلی

اے انسان! تو جو صرف صداقت کے حسن پر بھولا ہوا ہے۔ اور اس کے بیرونی اوصاف پر فدا ہے۔ درحقیقت تجھے اس کی اصلی شکل و صورت اور اس کے اصلی جوہر پر عقیدت رکھنی چاہئے۔ اُسے کبھی ترک نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ راہ راست پر چلتے رہنے سے تیرا احترام ہوگا ؂

کھرا آدمی دل سے بولتا ہے۔ دھوکہ۔ فریب اور دغابازی اس کی باتوں میں نہیں پائے جاتے۔ جھوٹ بولنے میں اسے شرم محسوس ہوتی ہے۔ اور اس کا سر نیچا ہو جاتا ہے۔ مگر سچ بولتے وقت اس کی نگاہ صاف اور ٹکی ہوئی رہتی ہے۔

وہ اپنی مانند بے ریا اور صاف دل لوگوں کی عزت کرتا ہے مگر مکار اور ریاکار آدمیوں سے مکر و فریب کو دیکھتے ہی اُس کو ان کی طرف سے نفرت محسوس ہوتی ہے۔ اس کا چال چلن منضبط ہوتا ہے۔ اور اس میں ایک نظام ہوتا ہے۔ اس لئے وہ کبھی نہیں گھبراتا۔ مگر جھوٹ بولنے سے بہت خوف کھاتا ہے۔ ریاکاری اس کی رائے میں کمینہ پن ہے۔ اور جو کچھ وہ دل میں سوچتا ہے وہی اس کی زبان سے نکلتا ہے۔ وہ بڑی احتیاط اور دور اندیشی کے ساتھ اپنا منہ کھولتا ہے۔ وہ صداقت کی جستجو اور چھان بین کرتا ہے۔ اور پھر سوچ سمجھ کر بولتا ہے۔ وہ محبت کے ساتھ نصیحت کرتا ہے۔ نڈر ہو کر برا بھلا کہتا ہے۔ اور جو کچھ کرتا ہے۔ اسے پورا کر دکھاتا ہے۔

مگر جو شخص ریاکار اور فریبی ہوتا ہے۔ اس کے اصلی خیالات اس کے دل کی تہ میں پنہاں رہتے ہیں۔ وہ سچ بولنے کا دم بھرتا ہے۔ مگر تاحیات دوسروں کو دھوکہ دینے اور ٹھگنے کی کوشش میں مصروف رہتا ہے۔ وہ دکھ اور تکلیف میں ہنستا ہے۔ خوشی میں روتا ہے۔ اور اس کی کوئی بات صاف نہیں ہوتی۔

وہ چھچھوندر کی مانند رات کے وقت کام کرتا ہے۔ اور سمجھتا ہے

کہ میں ہر طرح محفوظ اور خطرے سے باہر ہوں۔ اور کوئی شخص مجھے نہیں دیکھتا۔ لیکن آخر کار اس کا بھید کھل جاتا ہے۔ اور اسے رُوسیاہ ہونا پڑتا ہے۔ اس طرح اسے اپنی زندگی کے دن دکھ اور تکلیف میں گزارنے پڑتے ہیں ؏

اس کی زبان پر کچھ اور ہوتا ہے۔ اور دل میں کچھ اور۔ زبان اور دل کی بات میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ بظاہر وہ نہایت سیدھا سادہ اور نیک چلن بنا رہتا ہے۔ مگر اندر ہی اندر وہ ہر وقت دوسرں کا گلا کاٹنے کے لئے تیار رہتا ہے ؏

آہ! کیسی نادانی ہے۔ جس قدر کوشش وہ اپنے نقائص کے چھپانے میں کرتا ہے۔ اتنی کوشش ان سے اپنا پیچھا چھڑانے کے لئے عمل میں لائے۔ تو اس کے تمام عیب بآسانی تمام دور ہو سکتے ہیں

اے ریاکار انسان! جتنے دن تیرا جی چاہے اپنے تئیں چھپا لے مگر وقت آئے گا۔ جب تیری اصلی حالت عیاں ہو جائے گی۔ اور دانا آدمی تجھے دیکھ کر ہنسیں گے۔ اور تو ان کی نظروں میں گر جائے گا ؏

حصّہ ہفتم

خالقِ کُل

خدا ایک ہے۔ وہ اس دنیا کا خالق و مالک ہے۔ وہ ہی تمام دنیاؤں کا انتظام کرتا ہے۔ اور کوئی بات ایسی نہیں۔ جو اس کی طاقت میں نہ ہو۔ وہ ہمیشہ سے ہے اس کی کوئی ابتدا نہیں۔ اور وُہ انسانی عقل کی رسائی سے بالا ہے۔

آفتاب گو خدا کا پاکیزہ عکس ہے۔ مگر وہ خدا نہیں ہے۔ وُہ اپنے نور سے دنیا کو منوّر کرتا ہے۔ اس کی حرارت سے اناج۔ گھاس وغیرہ اشیا پیدا ہوتی۔ بڑھتی اور پکتی ہیں۔

جو خدا سب سے افضل۔ سب سے دانا اور رحیم و کریم ہے صرف ایک اسی کی عبادت۔ پرستش اور حمد و ثنا کرنا واجب ہے۔ اور صرف ایک اسی کا احسان ماننا چاہیئے۔

اس نے اپنے ہاتھوں سے یہ آسمان کا شامیانہ پھیلایا ہے۔ ستاروں اور سیاروں کی رفتار مقرر کی۔ سمندر کے حدود مقرر کر دیئے ہیں۔ جن کے باہر جانا اس کے لئے قطعی ناممکن ہے۔ اس نے عناصر کو اپنے قابو میں رکھا ہے۔

وہ زمین کو ہلا دیتا ہے۔ جس سے بڑے بڑے ملک کانپنے لگتے

ہیں۔ اور برباد ہو جاتے ہیں۔ وہ بجلی چمکا دیتا ہے جس کو دیکھ کر شریر النفس لوگ گھبرا اٹھتے ہیں۔ صرف اپنی خواہش سے ہی وہ لاانتہا دنیاؤں کو پیدا کرتا ہے۔ اور اپنے ہی ہاتھ سے ان کا خاتمہ کر دیتا ہے ؂

اس لئے اسی خدا کی طاقت کے روبرو جو تمام طاقتوں کا منبع اور سرچشمہ ہے۔ اور جو کل طاقتوں کا مالک ہے۔ اپنا سر جھکا۔ کوئی ایسا کام نہ کر جس سے تو اس کے غضب کی آگ میں پڑے۔ ورنہ یاد رکھ تیرا نام و نشان تک صفحہ ہستی سے مٹ جائے گا ؂

اپنی پیدا کی ہوئی تمام مخلوقات پر اس کی نگاہ رہتی ہے۔ اور ان پر وہ کمال ہوشیاری اور دانائی کے ساتھ حکومت کرتا ہے ؂

اس نے دنیا کے کارخانے کو چلانے کے لئے قواعد مرتب کئے ہیں۔ وہ جدا جدا قسم کے لوگوں کو جدا جدا شکلوں میں نظر آتا ہے اور ہر ایک جاندار اس کے حسب منشا کام کرتا ہے ؂

تیرے دل کی باتیں اس کو معلوم ہوتی رہتی ہیں۔ اور تیرے ارادے بھی اس کو پہلے ہی سے معلوم ہوتے ہیں۔ مستقبل کی باتیں اس سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ اور وہ ہر ایک آدمی کے نوشتہ تقدیر کا علم رکھتا ہے ؂

اس کے تمام کام حیرت انگیز ہیں۔ اس کے راز کسی کے ذہن گمان میں بھی نہیں آسکتے۔ اس کے گیان تک تصور کی بھی رسائی نہیں ہے۔ چنانچہ اس کے گیان کا احترام کر۔ اور اس کی افضل ترین حکومت کے آگے عاجزی کے ساتھ سر جھکا ؂

خدا رحیم و کریم اور سب سے بڑا سخی ہے۔ اس کے رحم و کرم کی بدولت یہ کل کائنات پیدا ہوئی ہے۔ اس کی نیکی اور شرافت اس کے ہر ایک کام میں نظر آتی ہے۔ وہ جاہ و حشمت کا خزانہ اور ہر قسم کی کامیابی کا مرکز ہے۔

کل کائنات سے اس کی نیکی کا اظہار ہوتا ہے۔ اس کی بدولت دنیا والوں کو جو جو آرام پہنچتے ہیں۔ ان کے لئے وہ ہزار زبان سے اس کی حمد و ثنا کرتے ہیں۔ وہ کائنات کو حسن سے مزین کرتا ہے اناج دے کر اس کی پرورش کرتا ہے۔ اور پشت ہا پشت تک بخوشی و خاطر اسے قائم رکھتا ہے۔

جب ہم آنکھ اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھتے ہیں۔ تو ہر طرف اس کا نور نظر آتا ہے۔ جب ہم زمین پر نگاہ دوڑاتے ہیں۔ تو دنیا چاروں طرف اس کی نیکیوں اور احسانات سے چھائی ہوئی نظر آتی ہے۔ پہاڑ اور گھاٹیاں اس کی تعریف کے گیت گاتے ہیں اور دریا۔ جنگل اور کھیت اس کی حمد سے گونجتے ہیں۔

مگر اے انسان! تجھے اس نے اپنا ایک خاص منظور نظر بنا رکھا ہے۔ اور تجھ کو اشرف المخلوقات بنایا۔ یعنے تمام سے بلند و بالا رتبہ عطا کیا ہے۔ اس نے تجھے اپنی عظمت قائم و برقرار رکھنے کیلئے عقل و خرد سے بہرہ ور کیا ہے۔ سوسائٹی کی حالت کو بہتر بنانے کے لئے زبان جیسی نعمت عطا کی ہے۔ اور اس کی قابلیت پر غور کرنے کے سوچنے سمجھنے کی طاقت بخشی ہے۔

اس نے زندگی کے قوانین اس قدر اچھے بنائے ہیں اور تیری

تخلیق و طبع کے موافق ایسے فرائض مقرر کئے ہیں۔ کہ صرف ان قوانین کی پابندی سے ہی تجھ کو سچی راحت نصیب ہو سکتی ہے۔ اس لئے انتہائی عقیدت اور پریم کے ساتھ اس کی تعریف کے گیت گا۔ تاکہ تیرا دل اس کی شکر گزاری کے جذبات سے پگھل جائے۔ اور تیری آنکھوں سے محبت کے چشمے رواں دواں ہو جائیں۔ اپنی زبان سے اس کی حمد و ثناء کر۔ اور ایسے اچھے کام کر۔ جن سے یہ معلوم ہو کہ تو اس کے بنائے ہوئے قواعد کی پابندی کر رہا ہے ٭

خدا منصف اور صداقت پسند ہے۔ اس لئے وہ دنیا کا انصاف سچائی کے ساتھ اور بلا رو و رعایت کرتا ہے۔ جب اس نے اپنے قوانین وضع کرتے وقت اعلےٰ مقاصد اور رحم کو پیش نظر رکھا ہے۔ تو کیا یہ ممکن ہے۔ کہ وہ ان لوگوں کو سزا نہ دے۔ جو ان کی خلاف ورزی کریں ؟

اے بھائی ! اگر تجھے جلد سزا نہ ملے۔ تو یہ نہ سمجھ بیٹھ۔ کہ خدا کا ہاتھ کمزور پڑ گیا ہے۔ اور نہ فضول و بے بنیاد امیدوں کو دل میں جگہ دیکر اپنے تئیں یوں بہلا۔ کہ وہ ہمارے کاموں کو دیکھ ہی نہیں رہا ہے۔ اس کی نگاہ ہر ایک آدمی کے دل کی تہ کی بات پر پڑتی ہے اور وہ اسے ہمیشہ یاد رکھتا ہے۔ اُسے انسانوں یا ان کے مراتب و خطابات کی ذرا بھی پروا نہیں ہے ٭

جب اس جسم فانی سے رُوح جدا ہو جائے گی۔ اس وقت اعلےٰ اور ادنےٰ۔ غریب اور امیر۔ دانا اور نادان سب خدائے برتر کے روبرو و حاضر ہو کر اپنے اپنے اعمال کی سزا و جزا پائیں گے۔ اسوقت شریرالنفس

تھر تھر کانپیں گے۔ مگر شریف اور نیک آدمی اس کے انصاف سے خوش ہوں گے ۔

پس اے انسان! تو ساری عمر اُس خدا سے ڈرتا رہ۔ اور جو راہ اس نے تیرے سامنے کھول کر رکھ دی ہے۔ اسی پر ہو کر چل۔ ضمیر کے احکام پر دھیان دے۔ ضبط سے کام لے کر اپنے حواس کو قابو میں کر۔ انصاف کو اپنا رہنما بنا۔ عالی ظرفی کو اپنے دل میں جگہ دے۔ اور کمال شکر گزاری کے جذبات کو اپنے دل میں جگہ دے کر عقیدت مندی کے ساتھ اس کی عبادت کر۔ اس طرز عمل سے تجھے اس دنیا میں اور اس کے بعد عاقبت میں بھی سچی راحت نصیب ہو گی ۔

جلد دوم

حصّہ اوّل

پہلی فصل

انسانی جسم اور اسکی بناوٹ

انسان چونکہ زور و طاقت اور علم سے بے بہرہ ہے۔ اس لئے اس کو چاہئے۔ کہ عاجزی اختیار کرے۔ وہ جس چیز کو علم کہکر پکارتا ہے۔ اور جس پر وہ ناز کرتا ہے۔ وہ درحقیقت سچا علم نہیں ہے اگر وہ علم حقیقی کے حاصل کرنے کا خواہشمند ہے۔ اگر وہ یہ جاننا چاہتا ہے۔ کہ خدائی طاقت کیا ہے۔ تو اس کو واجب ہے۔ کہ سب سے پہلے اپنے جسم کی بناوٹ پر غور کرے۔

انسان کی پیدائش حیرت انگیز اور خوفناک ہے۔ اس لئے اس کو چاہئے۔ کہ اپنے خالق سے ڈرے۔ اور اس کی اطاعت و بندگی کا دم بھرے۔ اور اس پر اٹل بھروسہ رکھ کر خوشی خوشی زندگی بسر کرے۔

خدا نے ہم کو اشرف المخلوقات کیوں بنایا ہے؟ محض اس لئے کہ ہم اس کے کاموں کو دیکھ کر ان سے سبق حاصل کر سکیں۔ اے انسان! ذرا بتا تو سہی۔ اس کی اور اس کے کاموں کی تعریف کرنا ہمیں واجب ہے یا نہیں؟

صرف ایک انسان ہی ایسا جاندار کیوں ہے۔ جو عقل و تمیز سے بہرہ ور ہے۔ یہ عقل و تمیز اسے کہاں سے اور کیونکر حاصل ہوئی؟ سوچنا گوشت کی خاصیت نہیں ہے۔ اور نہ ہڈیوں کا ہی یہ کام ہے کہ دلیل کی کسوٹی پر کس کر نیک و بد کا پتہ لگائیں۔ شیر نہیں جانتا کہ کیڑے اُس کو کھا جائیں گے۔ اور نہ بیل یہ سمجھ سکتا ہے کہ اسے قربانی چڑھانے کی غرض سے کھلا پلا کر موٹا تازہ کیا جا رہا ہے۔

انسان کو ایک ایسی طاقت سے بہرہ ور کیا گیا ہے جس سے باقی تمام جاندار محروم ہیں۔ اس طاقت کی بدولت تم کو ایک ایسا خاص گیان یا علم حاصل ہوتا ہے۔ جو حواس کے ذریعے سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ آؤ ذرا غور تو کریں۔ کہ وہ ایسی کونسی طاقت ہے۔

جب وہ طاقت نکل جاتی ہے۔ اس وقت بھی جسم جوں کا توں باقی رہتا ہے۔ اس میں سے کوئی چیز گھٹ نہیں جاتی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ طاقت اس جسم خاکی کا کوئی حصہ نہیں ہے بلکہ وہ اس سے بالکل الگ چیز ہے۔ اس کی کوئی خاص شکل نہیں ہے۔ اور نہ اس کی کوئی ابتدا ہی ہے۔ وہ کام کرنے میں آزاد ہے پس یہ ثابت ہو گیا۔ کہ وہ اپنے اعمال کے لئے جواب دہ ہے۔

گدھا اپنے دانتوں سے گھاس پات کھاتا ہے۔ مگر وہ اناج

کے استعمال و فوائد سے بے خبر ہے۔ مگر مچھ کی ریڑھ کی ہڈی سیدھی ہوتی ہے۔ مگر وہ آدمی کی مانند سیدھا نہیں کھڑا ہو سکتا ؏

خدا نے جس طرح ان جانداروں کو بنایا ہے۔ اسی طرح انسان کو بھی بنایا ہے۔ مگر وہ سب سے پیچھے پیدا کیا گیا ہے۔ اس کو اشرف المخلوقات بنایا گیا ہے۔ یعنی اسے باقی تمام جانداروں سے برتر اور ان کا مالک بنایا گیا ہے اور اُسے علمِ حقیقی سے بھی بہرہ ور کیا گیا ہے ؏

اِس لئے خدا کی کل کائینات میں انسان ایک قابلِ فخر مخلوق ہے۔ وہ خدا کا ایک جزو ہے۔ اِس کو چاہیئے کہ اپنی عظمت و فضیلت کو پیش نظر رکھے اور برائی کی طرف راغب نہ ہو ؏

دوسری فصل

حواس کا اِستعمال

ایسی ڈینگ کبھی مت ہانکو۔ کہ ہمارا جسم اور دماغ دیگر جانداروں کی نسبت بہتر ہے۔ مکان کی دیواروں کی نسبت مالک مکان زیادہ عزت اور بڑائی کے قابل ہوتا ہے ؏

بیج بونے سے پہلے ہی زمین تیار کر لینی چاہیئے۔ کمہار کو چاہیئے۔ کہ گھڑے بنانا شروع کرنے سے پہلے ہی مٹی تیار کر لے ؏

جس طرح خدا سمندر کو حکم دیتا ہے۔ کہ تیری لہریں اس طرف جائیں

اس طرف نہ جائیں - وہ اس قدر اونچی اٹھیں - اس سے زیادہ اونچی نہ اٹھیں - وہ اتنا شور کریں - اس سے زیادہ شور نہ کریں - اسی طرح اے انسان! تو بھی اپنی روحانی طاقت کے ذریعے اس جسم سے اسی طریقہ سے کام لے - جس سے تمام حواس تیرے قابو میں رہیں ؛

یہ جسم زمین ہے - ہڈیاں وہ ستون ہیں - جو اس کو سنبھالے رہتے ہیں - روح بادشاہ ہے اور حواس رعیّت - جیسے بادشاہ کا فرض ہے کہ وہ اپنی رعایا کو سرکشی اور بغاوت کرنے سے باز رکھے - اسی طرح انسان کا فرض ہے - کہ اپنے حواس کو قابو میں رکھے ؛

جیسے سمندر کا پانی بادل کے ذریعہ برس کر دریاؤں میں جاتا ہے اور دریاؤں کا وہی پانی پھر لوٹ کر سمندر میں آجاتا ہے - اسی طرح انسان کی "طاقت" اس کے دل سے نکل کر تمام بیرونی اعضاء میں جاتی ہے - اور وہاں سے گھوم پھر کر دوبارہ اپنی جگہ یعنی دل میں واپس آجاتی ہے - اِن دونوں کا سلسلہ لگاتار اسی طرح جاری رہتا ہے - اور یوں دونوں خدا کے قانون کے پابند رہتے ہیں ؛

کیا تیری ناک سونگھنے کا ذریعہ نہیں ہے ؟ کیا تیرا منہ پیٹ کے اندر اچھی اچھی غذائیں بھرنے کا ذریعہ نہیں ہے ؟ ضرور ہے - مگر یاد رکھ - بہت دیر تک خوشبو سونگھتے رہنے کے بعد جی اُکتا جاتا ہے - اسی طرح لذیذ کھانے بھی بے مزہ اور پھیکے معلوم ہونے لگتے ہیں ؛

کیا تیری آنکھیں تیرے جسم کی حفاظت اور چوکسی کرنے والے پہریدار نہیں ہیں ؟ اس کے باوجود وہ کتنی دفعہ سچ اور جھوٹ کا پتہ لگانے میں قاصر رہتی ہیں ؛

اس لئے دل کو اپنے قابو میں رکھ - اپنی عقل کو اپنی بھلائی کے کاموں میں لگانے کی مشق کر - اس کے بعد اس کے وزیر (یعنی آنکھیں وغیرہ) ہر وقت خود بخود - صداقت و راستی کی طرف راغب رہیں گے ؛

آہا! تیرا ہاتھ کیا ایک عجیب و غریب چیز نہیں ہے ؟ کیا دنیا میں کوئی ایسی چیز موجود ہے - جو اس کی ثانی کہلا سکے ؟ جانتا ہے - یہ تجھے کس لئے عطا کیا گیا ہے ؟ درحقیقت اپنوں لیگانوں کی مدد کرنے کے لئے ؛

خدا نے تمام جانداروں میں صرف ایک انسان ہی کو شرم و حیا کس لئے عطا کی ؟ جس وقت تجھے شرم کا احساس ہوتا ہے - وہ اسی لمحہ تیرے چہرے سے جھلکنے لگتی ہے - اس لئے کوئی شرمناک فعل نہ کر ؛

غیض و غضب اور بے چینی کے شکار ہو کر تو اپنے چہرے کے نور اور حسن و جمال کو کیوں بگاڑتا ہے ؟ گناہوں کی طرف سے منہ موڑ لے - پھر تو خود کہے گا - کہ ڈرنا تیری تخلیق و طبع کے خلاف ہے - اور اضطراب و غصہ کا شکار ہونا نامردی ہے ؛

عالمِ خواب میں نظر آنے والی صورتیں صرف انسانوں ہی سے بولتی ہیں - اس لئے ان کو لا پرواہی کی نظر سے نہ دیکھ - وہ خدا کی طرف سے بھیجی جاتی ہیں ؛

اے انسان! صرف ایک تجھی کو قوتِ گویائی عطا کی گئی ہے - اُس خدا کی تعریف کر - جو ایسی ایسی حیرت انگیز طاقتوں کا ماخذ و منبع ہے - اور اپنی اولاد کو ضمیر کے احکام کا پابند - سمجھ دار اور حق پرست بنا -

ان کے دل کے کھیت میں خدا کی عقیدت اور پرستش کے بیج بو؛

تیسری فصل

اِنسان کی روح ۔ اُس کی پیدائش و خواص

اگر ہم جسم کی طرف غور کریں۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ صحت ۔ طاقت اور حسن خدا کی دین ہیں ۔ اِن میں صحت و تندرستی کو سب سے بلند و افضل درجہ حاصل ہے ۔ جو تعلق راستی اور روح کے درمیان ہے ۔ وہی تعلق تندرستی اور جسم میں پایا جاتا ہے؛

اے انسان! اس امر کا علم کہ تیرے روح ہے ۔ دیگر تمام باتوں کے علم کی نسبت زیادہ یقینی اور باقی تمام صداقتوں کے مقابلہ میں زیادہ صاف اور واضح ہے ۔ اِس لئے عاجزی اختیار کر ۔ خدا کا شکریہ ادا کر ۔ مگر اس کو کامل طور پر جاننے کی کوشش نہ کر ۔ کیونکہ اس کے تمام دلائل سے بالاتر ہونے کی وجہ سے اس کے بارے میں مکمّل علم حاصل کرنا ناممکن ہے؛

قوّتِ متخیلہ ۔ عقل و خرد اور قوتِ ارادی ان میں سے کوئی بھی روح نہیں ہے ۔ یہ تو صرف اس کے فعل ہیں ۔ اُس کے جوہر لطیف نہیں ہیں؛

اسی کی امداد سے اس کی جستجو کر ۔ اسی کے اوصاف کے ذریعے

اس کو پہچان - سر پر جتنے بال ہیں - یا آسمان پر جتنے ستارے یا سیارے ہیں - اس کے اوصاف کی تعداد ان سے کہیں زیادہ ہے ؛

عرب کے باشندوں کا خیال ہے - کہ ایک روح کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے سب کو بانٹ دیئے گئے ہیں - اور اہلِ مصر یہ رائے رکھتے ہیں - کہ ایک ایک آدمی کے کئی کئی روحیں ہیں - مگر یہ دونو خیال غلط ہیں - اِن میں سے ایک بھی قابلِ قبول نہیں - تیری رائے یہ ہونی چاہیئے - کہ دل کی طرح تیری روح بھی ایک ہی ہے ؛

کیا آفتاب گیلی مٹی کو کڑا نہیں کرتا ؟ اور کیا وہ موم کو پگلاتا نہیں ؟ جیسے آفتاب ایک ہی وقت میں دو کام کر سکتا ہے - اسی طرح روح بھی ایک ہی وقت میں دو متضاد کام انجام دے سکتی ہے ؛

جیسے بادلوں سے گھر جانے پر بھی چاند اپنی خاصیت نہیں چھوڑتا یعنی نور پھیلاتا رہتا ہے - اسی طرح بیوقوف آدمی کے دل میں بھی روح اپنی خاصیت کو ترک نہیں کر دیتی ——— بالکل بے عیب اور کامل رہتی ہے ؛

وہ غیر فانی ہے - ازلی ہے - ابدی ہے - مدام رہنے والی ہے اور تمام جانداروں میں ایک ہی سی ہے - تندرستی اور توانائی اس کے حسن کو چار چاند لگا دیتی ہے - اور لگاتار مشق سے اِس میں حوصلہ بھر جاتا ہے ؛

وہ تیرے مر جانے کے بعد بھی زندہ رہے گی - مگر یہ خیال نہ کر کہ اس کی پیدائش تجھ سے پہلے ہوئی تھی - تیرے جسم کے ساتھ ہی اس کی تخلیق

ہوئی تھی۔ وہ تیرے جسم کے گوشت کے ساتھ ہی پیدا ہوئی تھی ؀

اگر ہم جملہ اوصاف سے متصف ہیں۔ تو انصاف سے۔ اور اگر ہم باعیب ہیں۔ تو رحم سے۔ وہ ملنے والی نہیں۔ رحم اور انصاف کا انحصار ہم پر ہے اور ہم ہی ان کے لئے جواب دہ ہیں ؀

یہ کبھی خیال نہ کر۔ کہ موت تجھے تیرے نیک و بداعمال کی جزا و سزا بھگتنے سے بچالے گی اور نہ یہ سمجھ۔ کہ گنہگار ہونے کی صورت میں تیرے اعمال کا حساب نہ ہوگا۔ خدا کی قدرت اور طاقت کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ اس کے کام حیرت انگیز ہیں۔ کوئی کام ایسا نہیں ہے جس کو وہ انجام نہ دے سکے۔ تو کسی صورت میں بھی پرسشِ اعمال سے نہیں بچ سکتا؀

پرندوں کے حواس ہمارے حواس کی نسبت زیادہ تیز اور طاقتور ہیں۔ اس وجہ سے اُن کو رشک کی نگاہ سے نہ دیکھ۔ خوبی کسی چیز کے پاس ہونے میں نہیں ہے۔ بلکہ اس کے مناسب استعمال میں ہے؀

اگر تیرے کان بارہ سنگھے کے کان کی طرح ہوتے۔ آنکھیں گِدھ کی طرح تیز ہوتیں۔ قوتِ شامعہ کتّے کی سی ہوتی۔ قوت ذائقہ بندر کی سی ہوتی۔ یا تیرے خیالات کچھوے کے سے ہوتے۔ تب بھی کیا نتیجہ ہوتا؟ عقل کے بغیر کیا تجھے ان باتوں سے کسی قسم کا فائدہ پہنچ سکتا؟ مذکورہ بالا تمام جاندار فانی ہیں۔ پھر بھی کیا ان میں سے کسی میں اپنے دِلی خیالات کے اظہار کی طاقت پائی جاتی ہے؟ کیا تو نے اُنہیں کبھی یہ کہتے سنا ہے۔ کہ ہم نے ایسا کیا؟

جس نے ہمیں روح عطا کی ہے۔ یہ اسی کی تصویر ہے۔ اس پر

تو کامل طور سے غور نہیں کر سکتا۔ اس کی تعریف کرنا تیری طاقت کے باہر ہے۔ اس لئے اس کی عظمت و برتری کو ہمیشہ یاد رکھ۔ یہ امر کبھی فراموش نہ کر۔ کہ تجھے کتنی بڑی عقل کی دولت عطا کی گئی ہے۔ جس سے نیکی ہوتی ہے۔ اُس سے بدی بھی ہوتی ہے۔ اس لئے اُسے راہ راست پر لانے کی کوشش کر۔

بھیڑ میں تو اُسے کھو سکتا ہے۔ اور نہ اپنے دِل کے کواڑوں کے اندر ہی اُسے روک کر رکھ سکتا ہے۔ روح کبھی خالی نہیں بیٹھتی۔ اُس کی کوششیں کل عالم پر پھیلی ہوئی ہیں۔ اس کی چنچلتا دبائی نہیں جا سکتی دنیا کے دوسرے کنارے پر کوئی چیز رکھ دے۔ وہ اس کو حاصل کئے بغیر نہ رہے گی۔ اگر تو کوئی چیز آسمان کی چوٹی پر رکھ دے گا۔ تو وہاں بھی اُس کی نگاہ جا پہنچے گی۔ ہر ایک نئی چیز کی چھان بین کرنے میں ہی اس کو راحت حاصل ہوتی ہے۔ جیسے ریگستان میں انسان پانی کی تلاش میں چاروں طرف بھٹکتا پھرتا ہے۔ اسی طرح اس دنیا میں روح گیان یا علم کی تلاش میں سرگرداں پھرتی ہے۔

روح بڑی چنچل ہے۔ اِس لئے اس کی نگہبانی کر۔ وہ آزاد ہے اس لئے اُسے قابو میں رکھ۔ وہ پانی سے بھی پتلی۔ موم سے بھی نرم اور ہوا سے بھی زیادہ چنچل ہے۔ تب بھلا بتا تو سہی۔ کہ کیا کوئی چیز اُسے باندھ سکتی ہے؟

جیسے دیوانے کے ہاتھ میں تلوار۔ اُسی طرح عقل و خرد سے بے بہرہ آدمی کے لئے اُس کی روح۔

روح کا مقصد صداقت اور راستی کا حصول ہے۔ تجربہ اور

عقل اس صداقت کی تلاش کے وسائل ہیں۔ کیا یہ ذرائع غیر یقینی اور غلط ہیں؟ اُن کے ذریعے وہ صداقت کا پتہ لگانے میں کس طرح کامیاب ہو سکتی ہے؟

کثرت رائے کا ہونا کچھ صداقت کی دلیل نہیں ہے۔ کیونکہ عوام الناس عام طور پر بے علم ہُوا کرتے ہیں۔

روح کی جانچ۔ اپنے پیدا کرنے والے کا گیان اور اس کی بندگی و عبادت ہی درحقیقت سچے علم یا گیان کے حصول کے ذرائع ہیں۔ حصولِ علم یا گیان کے اُن سے بڑھ کر اور کون سے ذرائع ہو سکتے ہیں؟

چوتھی فصل

حیاتِ انسانی اور اس کا استعمال

جیسے صبح صادق کے ظہور سے ہوا پرندے کو۔ رات کی تاریکی سے اُلو کو۔ شہد کی مکھی کو شہد سے اور لاش کو دیکھ کر ——— گدھ کو خوشی حاصل ہوتی ہے۔ اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ انسان کو زندگی عزیز ہے۔ حیاتِ انسانی خواہ کتنی ہی روشن ہو۔ وہ آنکھوں میں چکا چوند نہیں پیدا کرتی۔ وہ کتنی ہی بے رونق۔ بے نور اور روکھی پھیکی کیوں نہ ہو۔ مگر پھر بھی مایوسی پیدا نہیں کرتی۔ خواہ وہ کتنی ہی خوشگوار ہو۔ مگر اس کے باوجود بھی

اس سے کبھی جی نہیں اُکتاتا - خواہ وہ سڑ گل کر بالکل خراب ہو چکی ہو - مگر پھر بھی وہ چھوڑی نہیں جاتی - اِن تمام باتوں کے باوجود اس کی اصلی قیمت کا حال کسے معلوم ہو سکتا ہے ؟

دانائی اسی میں ہے - کہ اس زندگی کی قدر اتنی ہی کی جائے جس قدر اس میں قابلیت ہو - بیوقوفوں کی مانند نہ تو یہ سمجھ - کہ اور کوئی چیز زندگی سے زیادہ قیمتی نہیں ہے - اور نہ مکار داناؤں کی طرح یہ خیال کر - کہ زندگی بے معنی چیز ہے - اس میں کچھ ساز نہیں ہے - صرف اپنی خود غرضی کے لیئے ہی اُس پر عاشق نہ ہو - بلکہ اس فائدہ کو پیشِ نظر رکھ - جو اس کے ذریعے دوسروں کو پہنچ سکتا ہے ؛

سونا دے کر بھی زندگی نہیں خریدی جا سکتی اور نہ ڈھیر کے ڈھیر ہیرے خرچ کر کے گیا ہوا وقت پھر ہاتھ آ سکتا ہے - چنانچہ دانائی کا کام یہی ہے - کہ ایک ایک لمحہ کو اوصافِ حمیدہ کے حاصل کرنے میں لگا یا جائے ؛

" کاش کہ میں پیدا ہی نہ ہوتا ! یا پیدا ہوتا ہی مرجاتا - تو اچھا ہوتا " ایسی باتیں اپنی زبان سے نہ نکال اور نہ اپنے پیدا کرنے والے سے یہ پوچھ - کہ اگر تو پیدا نہ ہوتا - تو برائی کس کے لیئے بنا تا ؟ اس قسم کے سوالات دریافت کرنا غلطی اور حماقت ہے - کیونکہ نیکی اور بدی دونوں تیرے ہاتھ میں ہیں - اور نیکی نہ کرنے کا نام ہی بدی ہے ؛

اگر مچھلی کو کسی طرح یہ معلوم ہو جائے - کہ آٹے کی گولی کے نیچے کانٹا لگا ہوا ہے - تو کیا وہ اُسے نگلنا پسند کرے گی ؟ اگر شیر کو یہ معلوم ہو - کہ یہ جال مجھے پھنسانے کے لیئے بچھایا گیا ہے - تو کیا وہ اُس میں گھسنا پسند

کر لے؟ اسی طرح اگر یہ بات انسان کو معلوم ہو جائے۔ کہ اس کی روح بھی جسم کے ساتھ ہی فنا ہو جائے گی۔ تو کیا وہ کبھی جینے کی خواہش کرے؟

اگر کوئی پرندہ غیر متوقع طور پر کسی پنجرے میں پھنس جائے۔ تو وہ سر ٹپک ٹپک کر اپنا بُرا حال نہیں کر لیتا۔ بلکہ اُسی میں پڑا پڑا چُپ چاپ اپنے دن گزارتا رہتا ہے۔ اسی طرح تو بھی جن حالات میں اس وقت ہے۔ اُن سے بھاگنے کی کوشش نہ کر۔ صبر و قناعت کو ہاتھ سے نہ دے۔ اور اپنے دل میں یہ سمجھ لے۔ کہ تیری تقدیر میں یہی لکھا تھا؛

اگرچہ تیرے حالات کا راستہ خاردار ہے۔ مگر وہ تکلیف دہ نہیں ہے۔ اپنے حالات کو اپنی طبیعت کے موافق بنا لے۔ جہاں ذرا بھی بُرائی نظر آئے سمجھ لے کہ وہاں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے؛

آدمی جانتا ہے۔ کہ وہ بہت تھوڑے دن اس دنیا میں رہیگا۔ پھر بھی جور و ظلم کرنے کے لئے وہ دنیا کو اپنا غلام بنا کے چھوڑتا ہے۔ اگر کہیں وہ غیر فانی ہوتا۔ اُسے ابدی زندگی نصیب ہوتی۔ تب تو خدا معلوم کیسے کیسے ظلم ڈھاتا!

اے انسان! تجھے کافی لمبی زندگی ملی ہے۔ مگر تو اس امر سے باخبر ہونے کے سبب ہمیشہ طویل عمری کے لئے روتا رہتا ہے۔ حق تو یہ ہے۔ کہ تجھے لمبی زندگی ذرا بھی ضرورت نہیں۔ کیونکہ تو اس کا بہت بُرا استعمال کر رہا ہے۔ تو اُسے ایسی بے دردی سے ضائع کرتا ہے۔ جیسے تجھے ضرورت سے زیادہ لمبی عمر دی گئی ہے۔ اور پھر بھی یہ شکایت کرتا ہے۔ کہ مجھے لمبی عمر عطا نہیں کی گئی؛

زر کے مناسب استعمال سے انسان دولت مند بنتا ہے۔ صرف

زر ومال کی فراوانی کسی شخص کو دولت مند بنانے کے لیئے ناکافی ثابت ہوتی ہے۔ دانا آدمی شروع ہی سے ضبط سے کام لیتے اور نیک چلنی کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور اس کے بعد بھی ہمیشہ اس کا خیال رکھتے ہیں۔ مگر جو لوگ بے وقوف ہیں۔ اُن کی ہمیشہ بسم اللہ ہوتی رہتی ہے،،

چلو پہلے روپیہ کما لوں۔ اس کے بعد اس کا مناسب استعمال کرونگا اِس قسم کے خیالات کو دل میں جگہ نہ دے۔ وہ شخص جو اپنا موجودہ وقت گنوا رہا ہے۔ ایک طرح سے اپنا سب کچھ کھو رہا ہے۔ سپاہی کے سینے میں تیر ایک دم بندھ جاتا ہے۔ اُسے کچھ خبر نہیں ہوتی۔ کہ تیر کہاں سے آیا۔ اسی طرح موت انسان کو اچانک آدباتی ہے۔ جبکہ اُسے خواب میں بھی خیال نہیں ہوتا۔ کہ میں اس وقت اور اس طرح لقمۂ اجل بن جاؤں گا۔

اب بتا۔ زندگی کیا چیز ہے۔ جس کی لوگوں کو ایسی زبردست خواہش رہتی ہے؟ یا سانس کی آمدورفت کیا چیز ہے۔ جس کے لوگ اس قدر مشتاق نظر آتے ہیں؟ اس کے جواب میں یہی کہنا پڑیگا۔ کہ زندگی ایک سراب ہے۔ اور کہ اس کا پیمانہ مصیبتوں سے لبریز ہے۔ اس کے آغاز میں لاعلمی۔ وسط میں دکھ اور اخیر میں غم ہوتا ہے،،

جیسے ایک لہر دوسری لہر کو دھکا دیتی ہے۔ اور پھر وہ دونوں لہریں پیچھے سے آئی ہوئی تیسری لہر میں غائب ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح زندگی میں ایک کے بعد دوسری مُصیبت آتی رہتی ہے مصیبتوں کا یہ دریا سلسلہ ہمیشہ جاری رہتا ہے۔ موجودہ بڑی مصیبت پچھلی تمام چھوٹی چھوٹی مصیبتیں اور تکلیفیں اپنی ہستی کو فنا کر دیتی ہیں۔ اگر سچ پوچھا

جائے۔ تو ہمارے خدشات ہی ہمارے حقیقی خطرات اور مصیبتیں ہیں اور ہم ناممکن باتوں کے پیچھے پڑکر مایوسی مول لیتے ہیں ؛

بیوقوف آدمی موت سے ڈرتے ہیں۔ لیکن غیر فانی ہونے کی خواہش کرتے ہیں ؛

زندگی کا وہ کونسا حصہ ہے۔ جسے ہم ہمیشہ اپنے ساتھ رکھنا چاہتے ہیں؟ اگر کہا جائے جوانی۔ تو کیا جوانی دنیوی عیش و عشرت میں غلطاں رہنے اور خودسری میں گزارنے کے لئے طلب کرتا ہے؟ اگر کہو بڑھاپا۔ تو کیا بے لبسی وبیکسی کا عالم ہی تجھے سب سے زیادہ پسند ہے؟

یہ کہا جاتا ہے۔ کہ سفید بالوں کا بڑا احترام ہوتا ہے۔ یہ بات سچ ہے مگر اوصافِ حمیدہ عالمِ شباب کی عزت و توقیر میں بھی اضافہ کر سکتے ہیں۔ اگر آدمی اوصافِ حمیدہ سے بہرہ ور نہ ہو۔ تو بڑھاپے کا اثر روح کی نسبت جسم پر ہی زیادہ پڑتا ہے ؛

کہتے ہیں۔ کہ بوڑھے آدمیوں کا احترام اس لئے ہوتا ہے۔ کہ یہ بدچلنی اور بُری باتوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ مگر جب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ نفسانی خواہشات اور عیبوں کو وہ بُری نگاہ سے نہیں دیکھتے۔ بلکہ ان کی تحقیر کرتے ہیں۔ تو ہم یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ کہ لوگوں کا مندرجہ بالا قول کچھ بہت زیادہ درست نہیں ہے ؛

پس اگر عالمِ شباب میں اپنی ذات میں نیک اوصاف پیدا کرو گے تبھی بڑھاپے میں تمہارا احترام کیا جائے گا ؛

جب تک تو پیال کے بچھونے پر لیٹا ہے۔ اس وقت بڑی گہری نیند آئے گی۔ لیکن جہاں گلاب کے پھولوں کا بچھونہ سونے کو ملا۔ کانٹوں

سے بچاؤ کی خاطر نگہبانی کرنی پڑے گی ؛
بے عزتی کی زندگی سے عزت و توقیر کی موت ہزار درجہ بہتر ہے۔
اس لئے جتنے دن نیک نامی اور عزت کے ساتھ زندہ رہ سکتا ہے۔
صرف اتنے ہی دن زندہ رہنے کی کوشش کر۔ البتہ اگر تیری زندگی
دوسروں کو تیری موت سے بہتر اور زیادہ مفید نظر آئے۔ تب تیرا فرض
یہی ہے۔ کہ اس کی زیادہ حفاظت کر ؛
نادان کہتے ہیں۔ کہ زندگی کوتاہ ہے۔ مگر تو ایسی بات نہ کہہ۔ کیونکہ
مختصر زندگی کے ساتھ تفکرات بھی تھوڑے ہی ہوتے ہیں ؛
زندگی کا بے مصرف حصّہ خارج کر دیا جائے۔ تو پیچھے کیا باقی
رہ جائے گا؟ بچپن۔ بڑھاپا۔ سونے کا وقت۔ بیکار بیٹھے رہنے کا
وقت اور بیماری وغیرہ کے ایّام اگر زندگی کے پورے عرصہ میں سے
نکال دیئے جائیں تو کتنے تھوڑے سے دن باقی رہ جاتے ہیں؟
حیاتِ انسانی خدائی دین ہے۔ اگر وہ مختصر ہے۔ تو اس سے راحت
بھی بہت زیادہ حاصل ہوگی۔ طویل مگر قابل نفرت زندگی سے حاصل؟
کیا زیادہ بڑے کام کرنے کے لیئے اپنی زندگی کا عرصہ بڑھوانا چاہتا ہے؟
اب رہی بات نیکی کرنے کی۔ تو کیا وہ جس نے تیری زندگی کو محدود
کردیا ہے۔ اتنے دنوں کے اعمال کو دیکھ کر مطمئن نہ ہوگا ؛
اے غم والم کے پتلے انسان! تو بہت دنوں تک کس لئے زندہ رہنا
چاہتا ہے؟ صرف سانس لینے کے لئے؟ کھانے پینے کے لئے؟ یہ دُنیا کے
عیش لوٹنے کے لیئے؟ یہ تو پہلے ہی خدا معلوم تو کتنی مرتبہ کر چکا ہے۔ بار بار
وہی کام کرتے رہنا کیا تجھے ناخوشگوار اور لاحاصل نہیں معلوم ہوتا؟

کیا تو اپنے اوصاف اور عقل میں اضافہ کرے گا؟ مگر افسوس! نہ تو تجھے کچھ سیکھنا ہے۔ اور نہ تجھے کوئی استاد ہی ملتا ہے! تجھے جو مختصر زندگی عطا کی گئی ہے۔ جب تو اسی کو اچھی طرح سے استعمال نہیں کر سکتا۔ تب پھر طویل عمر پانے کی کس طرح خواہش کرتا ہے؟

تجھ میں علم کی کمی ہے۔ تو اس بات کا کیوں افسوس کرتا ہے؟ اس کا خاتمہ تو تیرے ساتھ ہی مرگھٹ میں ہو جائے گا۔ اس لئے اس دنیا میں ایماندار بن کر رہ۔ تبھی تو ہوشیار اور دانا کہلائے گا۔

کوے اور ہرن کی عمر سو سال کی ہوتی ہے۔ مگر انسان کی عمر اتنی لمبی نہیں ہوتی۔ اس قسم کی باتیں کبھی بھول کر بھی نہ سوچ۔ تُف! تو اپنا مقابلہ کووں اور ہرنوں سے کرتا ہے! اور اگر مقابلہ کرتا ہی ہے۔ تب بھی تجھے اُن میں اپنی نسبت زیادہ اوصاف نظر آئیں گے۔ وہ تیری مانند نہ تو جھگڑالو ہیں۔ اور نہ احسان فراموش ہیں۔ برعکس اس کے وہ تجھ کو نصیحت دیتے ہیں۔ کہ بے ریا اور صاف سادہ زندگی بسر کرنے سے بڑھاپے میں راحت نصیب ہوتی ہے۔

کیا تو اپنی زندگی کو ان چرندوں پرندوں سے بہتر اور زیادہ مفید بنا سکتا ہے؟ اگر نہیں۔ تو مختصر زندگی تو تجھے ملنی ہی چاہیئے۔

Ateeq Sheikh. 24-3-1964

حصّہ دوم

پہلی فصل

تکبّر

انسان کا دل چنچل ہے۔ خودسری اور عدم ضبط جہاں چاہتے ہیں اُسے کھینچ لے جاتے ہیں۔ مایوسی اُسے ہر وقت پریشان بنائے رکھتی ہے اور ڈر کہتا ہے۔ کہ میں تجھے ہڑپ کئے بغیر نہ چھوڑونگا۔ مگر ان تمام کی نسبت دل پر خودی کا قبضہ زیادہ ہے۔ اس لئے انسانی مصائب کو دیکھ کر آنسو نہ بہا۔ بلکہ بجائے اس کے اگر تو لوگوں کی بیوقوفی پر ہنسے۔ تو کچھ نقصان نہیں جس شخص کے دل میں خودی اور تکبّر سمایا ہوا ہے۔ اس کی زندگی خواب کے مانند ہے۔

دنیا کا مشہور ترین اور سب سے بڑا بہادر جنگجو بھی اگر اپنے دل میں خودی یا تکبّر کو جا دیتا ہے۔ تو اس کی ہستی قطعی لاحاصل اور بیکار ہے۔ عوام غیر مستقل مزاج اور احسان فراموش ہوتے ہیں۔ اس لئے داناؤں کو چاہیئے کہ اس بات کی کوئی خاص پروا نہ کریں۔

جو شخص اپنا موجودہ کام دھندا چھوڑ کر اس فکر میں مصروف ہوتا ہے۔ کہ مستقبل میں جب مجھے بڑا عہدہ اور مرتبہ ملے گا۔ اس وقت میں کیا کیا کروں گا۔ وہ اپنے موجودہ کام سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ کیونکہ اور لوگ اس کی تاک میں بیٹھے رہتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ بالآخر اُسے خاک ہی پھانکنی پڑتی ہے۔ اس لئے اپنی موجودہ آسامی کے فرائض کو بطریقِ احسن انجام دے۔ اس سے تو زمانہ آئندہ میں اعلےٰ تر فرائض بھی نہائیت خوبی کے ساتھ انجام دے سکیگا؛

خودی انسان کو اندھا بنا دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے دلی خیالات کو اچھی طرح سمجھنے سے قاصر رہتا ہے۔ خودی کے سبب جب تو اپنے آپ کو دیکھنے کے قابل ہوتا ہے۔ اُس وقت اور لوگ یقینی طور پر تجھے بہت اچھی طرح دیکھتے رہتے ہیں؛

ڈھاک کا پھول بظاہر خوبصورت ہوتا ہے۔ اور بے مصرف ہونے کے باوجود بھی اچھا معلوم ہوتا ہے۔ مگر اس میں خوشبو نام کو بھی نہیں ہوتی ایسی ہی حالت اُس شخص کی ہوتی ہے۔ جو اپنے آپ کو دکھاتا تو بہت کچھ ہے مگر اوصاف حمیدہ سے قطعی بے بہرہ ہے؛

خودی کے شکار کا دل بظاہر ہلکا ہوا اور پُرسکون معلوم ہوتا ہے۔ مگر مارے دکھ اور تکلیف کے مانند پھوڑے کے اندر ہی اندر رستا رہتا ہے۔ اس کے تفکرات اس کی راحتوں سے کہیں زیادہ ہیں؛

اس کے دل کی بے تابی اور پریشانی کبھی کم نہیں ہوتی۔ اُسے مرگھٹ میں پہنچکر بھی اس کے ہاتھوں چھٹکارا نصیب نہیں ہوتا۔ وہ اپنے خیالات کو اپنی پہنچ سے باہر لے جاتا ہے۔ وہ چاہتا ہے۔ کہ مرنے کے بعد اس کی

تعریف ہو ۔ مگر جن لوگوں سے اُسے اس بات کی توقع ہوتی ہے ۔ وہی اکثر اُسے دھوکہ دے جاتے ہیں ؎

جس طرح شادی کرنے کے بعد بیوی کے ساتھ تعلّق نہ رکھنا ناممکن العمل بات ہے ۔ ویسے ہی انسان کے لئے یہ اُمید کرنا لاحاصل ہے ۔ کہ مرنے کے بعد لوگ اس کی تعریف کریں ۔ اور اس سے اس کے دِل کو راحت اور اطمینان نصیب ہو ؎

تمام عمر اپنے فرائض ادا کرتا رہ ۔ لوگ اس کے بارے میں اگر تجھے کچھ بُرا بھلا بھی کہیں ۔ تو اس طرف دھیان نہ دے ۔ تیری قابلیت کے مطابق تیری جو تعریف ہو ۔ بس اسی پر قانع رہ ۔ اُسی کو سُنکر تیری اولاد کو خوشی حاصل ہوگی ؎

جیسے تیتری کو اپنے خوشنما رنگ نظر نہیں آتے ۔ یا چنبیلی کا پھول اپنی خوشبو کو نہیں سونگھ سکتا ۔ اسی طرح ڈینگ ہانکنے والے آدمی کو اپنے اوصاف نظر نہیں آتے ۔ وہ چاہتا ہے ۔ کہ دوسرے ان کو دیکھا کریں ؎

وہ کہتا ہے ۔ کہ میرے ان سونے چاندی کے ڈھیروں اور بیش قیمت اشیاء کے ہونے سے کیا فائدہ ہے ۔ اگر لوگوں کو ان کا حال معلوم نہ ہو ۔ اور وہ ان کی تعریف نہ کریں ۔ لیکن یاد رکھنا چاہیئے ۔ کہ اگر درحقیقت وہ اس امر کا خواہشمند ہے ۔ کہ لوگ اس کے جاہ و ثروت کو دیکھیں ۔ اور اس کی تعریف کریں ۔ تو اُسے چاہیئے ۔ کہ بھوکوں کو روٹی اور ننگوں کو کپڑا دے ؎

لایعنی الفاظ میں دوسروں کی فضول خوشامد کس لئے کرتا ہے ؟ تو جانتا ہے ۔ کہ جب کوئی شخص تیرے روبرو جی ہاں ! جی ہاں ! کرتا ہے ۔ تو

تو اس کی طرف کتنی توجہ دیتا ہے - خوشامدی آدمی دیدہ دانستہ تجھ سے جھوٹ بولتا ہے اور وہ یہ توقع کرتا ہے - کہ تو اس کا شکریہ ادا کریگا مگر تو اس سے جو کچھ کہے ہمیشہ صاف صاف اور سچ سچ کہہ - اس سے وہ بھی ایسا ہی کرے گا ۔

جو لوگ متکبّر اور خودی کا شکار ہوتے ہیں - اُنہیں صرف اپنی ہی ذات کے متعلق باتیں کرنے میں خوشی حاصل ہوتی ہے - مگر افسوس اوہ یہ نہیں سمجھتے - کہ دوسرے ان کی باتوں کو سننا پسند نہیں کرتے ۔

اگر اس نے کوئی اچھا کام کیا - یا اِس کے قبضہ میں کوئی عمدہ چیز ہوئی تو وہ مارے خوشی کے پھُولا نہیں سماتا - اور سب سے بیان کرتا پھرتا ہے - وہ چاہتا ہے - کہ اور لوگ اس کی تعریف کریں - مگر اس کی امید مایُوسی سے بدل جاتی ہے - لوگ کہتے تو ضرور ہیں - کہ فلاں شخص نے فلاں کام انجام دیا، فلاں شخص میں فلاں صفت ہے - مگر بعد ازاں یہ بھی کہنا شروع کر دیتے ہیں - کہ دیکھو تو فلاں شخص میں کتنا گھمنڈ ہے!

اِنسان ایک ہی وقت میں کئی کام نہیں کر سکتا - جو شخص اپنی توجّہ بیرونی خوبصُورتی پر مبذول کرتا ہے - وہ اندرونی جوہر کو گنوا بیٹھتا ہے وہ ناممکن الحصول ترغیبوں کے پیچھے بھاگتا رہتا ہے - اور اس بات کی مطلق پروا نہیں کرتا - جس سے اس کو فخر حاصل ہوگا اور اس کی عزت و توقیر بڑھے گی ۔

دوسری فصل

چنچلتا

اے انسان! قدرت تجھے ہر وقت چنچل بنانے کی کوشش کرتی ہے اِس لئے اس سے ہمیشہ محتاط رہ ؛

تو ماں کے پیٹ سے ہی چنچل اور غیر مستقل مزاج ہے۔ باپ کی چنچلتا بھی تجھ میں اتر آئی ہے۔ اِن حالات میں تو مستقل مزاج کیونکر ہو سکتا ہے؟ تیری طبیعت پُرسکون اور ٹکی ہوئی کیسے ہو سکتی ہے؟

جس نے تیرا جسم بنایا۔ اُس نے تجھے کمزوری بھی دی اور جس نے تجھے روح عطا کی۔ اس نے تجھ کو مضبوطی کا ہتھیار بھی بخشا۔ اس ہتھیار کو کام میں لا۔ اس کے استعمال سے تو دانائی سے بہرہ ور ہو گا۔ اور دانائی سے تجھے راحت نصیب ہو گی ؛

جو شخص کوئی ایک آدھ اچھا کام کرتا ہے۔ اُسے بہت سوچ سمجھ کر اپنی بڑائی کی ڈینگ ہانکنی چاہیئے۔ کیونکہ وہ کام اس نے ارادتاً نہ کیا ہو گا۔ ایسے کام عموماً بیرونی حوصلہ افزائی سے یا محض اتفاقیہ بلاارادہ خود بخود انجام پا جایا کرتے ہیں۔ چنانچہ اس کی انجام دہی کا سہرا بھی انہی کے سر بندھنا چاہیئے ؛

انسانی سرشت کی دو کمزوریاں ہیں۔ دل کی بیقراری اور غیر مستقل مزاجی۔ چنانچہ کسی کام کو شروع کرتے وقت ان دونوں کمزوریوں

Naseem Ferdous

سے ہوشیار رہ ؛

غیر مستقل مزاجی کے ساتھ کام کرنا ایک بہت ہی معیوب فعل ہے اس غیر مستقل مزاجی پر ہم صرف اسی وقت قابو پا سکتے ہیں ۔ جب دل کی مضبوطی کا سہارا لیں ؛

غیر مستقل مزاج ۔ مذبذب آدمی جانتا ہے ۔ کہ میں تذبذب کا شکار ہوں ۔ مگر وہ یہ نہیں جانتا ۔ کہ میں ایسا کیوں ہوں ۔ وہ دیکھتا ہے ۔ کہ میں نیچے ہی نیچے گرتا جا رہا ہوں ۔ مگر اُسے یہ نہیں سوجھتا ۔ کہ اس گراوٹ کا سبب کیا ہے ۔ سچی باتوں میں غیر مستقل مزاجی سے کام لینا چھوڑ دے لوگ تجھ پر اعتبار اور بھروسہ کرنا شروع کر دیں گے ؛

کام کرنے کے لئے چند قواعد بنا لے ۔ اور غور کر کے دیکھ ۔ کہ وہ ٹھیک اور اچھے بھی ہیں یا نہیں ۔ اگر وہ ٹھیک اور اچھے معلوم ہوں ۔ تو اپنے دل کو ٹکا کر مستقل مزاجی کے ساتھ کام کرنا شروع کر دے ۔ اِس طرزِ عمل سے جذبات تجھے تنگ نہیں کریں گے اور دل کی مضبوطی اوصافِ حمیدہ کی جڑوں کو مضبوط کر کے مشکلات کو رفع کر دے گی ۔ اور پھر فکر اور مایوسی کو تیرے پاس تک پھٹکنے کی ہمت نہ ہو گی ؛

کسی کی برائی پر یقین نہ کرو ۔ جب تک کہ تو اس کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لے ۔ اور برائی اگر سچ مچ دیکھنے میں آئے ۔ تو اُسے فراموش کر دے ؛

جس سے ایک بار دشمنی ہو گئی ۔ اُس کے ساتھ پھر دوستی نہیں ہو سکتی ۔ کیونکہ انسان اپنے نقائص کی اصلاح کی کوشش نہیں کرتا ؛

جس نے اپنی زندگی کے سفر کو طے کرنے کے لئے قواعد نہیں بنائے

اس کے کام ٹھیک ٹھیک کیسے انجام پا سکتے ہیں؟ جو شخص سوچ سمجھ سے کام نہیں لیتا۔ اُس کے کام بھی پورے نہیں اُترتے ؎

مضطرب آدمی کا دِل ہرگز پُرسکون اور مطمئن نہیں رہ سکتا۔ وہ اِن لوگوں کے دل کے سکون اور طمانیت میں بھی خلل انداز ہوتا ہے جن کے ساتھ وہ رہتا سہتا اور اُٹھتا بیٹھتا ہے۔ اس کی زندگی بے ڈھنگی ہوتی ہے۔ اس کے تمام کام بے تکے ہوتے ہیں۔ اور اس کا دل ہوا کے جھونکوں کی مانند نِت نیا رُخ بدلتا رہتا ہے ؎

آج وہ تجھے بے حد پیار کرتا ہے اور کل اتنی ہی نفرت کر سکتا ہے کیوں؟ اُسے خود نہیں معلوم۔ کہ اس نے پہلے کیوں پیار کیا۔ اور اب کس لئے نفرت کرتا ہے ؎

آج وہ تجھ پر ظلم وستم روا رکھتا ہے اور کل وہ تیرے روبرو تیرے خدمت گار سے بھی زیادہ عاجز و مسکین ہو سکتا ہے۔ کیا وجہ؟ محض اسی لئے۔ کہ جو شخص اختیارات کے بغیر ہی آج خودسرانہ رویّہ رکھتا ہے۔ کل وہ محکوم ہوئے بغیر ہی غلام بھی بن سکتا ہے ؎

آج جو شخص شاہ خرچ ہے۔ عین ممکن ہے۔ کہ کل وہ سیر ہو کر کھانا بھی نہ کھائے۔ جس کی زندگی باقاعدہ اور جو شخص خود با اصول نہیں ہے اس کی اگر ایسی حالت ہو۔ تو اس میں تعجب کی بات ہی کیا ہے؟

کوئی نہیں کہہ سکتا کہ گرگٹ کا رنگ سیاہ ہے یا سُرخ ہے یا زرد ہے بالکل اسی طرح اِن لوگوں کے دل کی تھاہ پانا بھی بہت مشکل کام ہے جو مستقل مزاج نہ ہوں ؎

ایسے آدمیوں کی زندگی عالمِ خواب کی سی نہیں ہے۔ تو اور کیا ہے؟

صبح کے وقت وہ ہنستا ہوا اٹھتا ہے۔ دوپہر کے وقت اس کا چہرہ ملول و پریشان ہو جاتا ہے۔ ایک لمحہ میں وہ خدا کی مانند عظیم الشان نظر آتا ہے۔ اگلے ہی لمحہ کیڑے مکوڑے کی مانند حقیر اور بے بضاعت ہو جاتا ہے پل میں ہنستا ہے۔ پل میں روتا ہے۔ گھڑی میں کام کرنے لگتا ہے اور گھڑی میں اسے چھوڑ دیتا ہے!

اِن حالات میں اس کے لئے رنج و راحت۔ نیک نامی اور بدنامی۔ خوشی و غم سب برابر ہیں۔ ان میں سے بہت دیر تک اس کے پاس نہیں ٹھہرنے پاتا۔

غیر مستقل مزاج آدمی کی راحت و مسرت اُس شاہی محل کی مانند ہے جس کی بنیادیں ریت کی ہوں۔ جہاں چنچلتا کا ایک جھونکا آیا۔ اس کی جڑ تک ہل جاتی ہے۔ اِس کے بعد وہ گر پڑتا ہے۔ اور وہ نادان حیران ہوتے ہیں کہ ایسا کیوں ہوا؟

مگر مستقل مزاج اور ثابت قدم آدمی اپنی زندگی کے لئے اچھے اچھے قواعد بنا کر اُن پر عمل کرتا ہے۔ اگر کوئی مصیبت آئے۔ تو وہ اپنی اختیار کردہ راہ سے ہرگز منحرف نہیں ہوتا۔ اس کی رفتار ٹکی ہوئی۔ سیدھی اور بلالغزش ہوتی ہے اور اس کا سینہ سکون و اطمینان کا مسکن ہوتا ہے۔

مشکلات آتی ہیں۔ اُس کی راہ میں رکاوٹیں حائل ہوتی ہیں۔ مگر وہ ان کی ذرا پروا نہیں کرتا۔ انہیں ذرا خاطر میں نہیں لاتا۔ انسانی طاقتیں اُسے بڑھنے سے باز رکھنے کی کوشش کرتی ہیں۔ مگر وہ آگے ہی آگے پاؤں رکھتا جاتا ہے۔

پہاڑ اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اور جونہی اس کے پاؤں سمندر کو چھوتے ہیں۔ وہ سوکھ جاتا ہے۔ شیر اُس کے سامنے آ کر گیدڑ بن کر لیٹ جاتا ہے اور باقی تمام خوفناک درندے اُسے دیکھتے ہی دُم دبا کر بھاگ جاتے ہیں ؛

وہ پُرخطر اور خوفناک مقامات سے ہو کر گزرتا ہے اور موت کو اپنے پاس تک نہیں پھٹکنے دیتا ؛

طوفان اس کے کندھوں کو "ٹکر" لگانا چاہتا ہے۔ مگر اس کو چھُونے کی اُسے ہمت نہیں ہوتی۔ سر پہ بادل گرج رہا ہے۔ مگر اُسے کیا؟ بجلی خوب زور سے کڑکتی ہے۔ مگر اُسے خوف زدہ نہیں کر سکتی۔ بلکہ اس کے جلال میں اضافہ کرنے کا باعث ثابت ہوتی ہے۔ ایسا مستقل مزاج اور ارادے کا پکا آدمی دنیا کے دور دراز ملک سے آ کر بھی اپنا "سکہ" جما لیتا ہے۔ راحت اس کے آگے آگے ناچتی چلتی ہے۔ سکونِ قلب جو سچّی شانتی کی دیوی کا مندر ہے۔ اُسے بہت دُور سے ہی نظر آنے لگتا ہے ؛

وہ دوڑ کر بڑی ہمت کے ساتھ اس میں داخل ہو جاتا ہے۔ جہاں وہ ہمیشہ سکونت پذیر رہتا ہے ؛

پس اے انسان! اپنے دل کو اسی کام میں لگا۔ جو ٹھیک اور جائز اور مبنی بر انصاف ہے۔ اور سمجھ رکھ۔ کہ بے عیب ہونا ہی انسان کی افضل ترین جاہ و ثروت ہے ؛

تیسری فصل

کمزوری

انسان چونکہ غیر مستقل مزاج اور تکبر اور خودی کا شکار ہے۔ اس لئے وہ قدرتی طور پر کمزور ہوتا ہے۔ اور غیر مستقل مزاجی اور کمزوری یا تباہی میں بہت گہرا تعلق پایا جاتا ہے۔ جب تک انسان کمزور نہ ہو۔ اس میں گھمنڈ نہیں پیدا ہو سکتا۔ اس لئے اگر تو ایک سے پیدا ہونے والے خوف کو چھوڑ دے۔ تو دوسرے سے ہونے والے نقصانات سے بچ سکتا ہے:

جہاں تو اپنے تئیں زور اور مقدور والا اور طاقت ور سمجھتا ہے۔ جہاں تو اپنے تئیں بڑا صاحبِ اثر و رسوخ ظاہر کرتا ہے۔ اسی جگہ تو خاص طور پر کمزور ہے۔ حتےٰ کہ جو جو ذرائع اور وسائل تیرے پاس موجود ہیں یا جن جن اچھی باتوں کو تو کام میں لاتا ہے۔ اُن میں بھی تو کمزور ہے:

کیا تیری خواہشات ایک لمحہ میں نیست و نابود ہو جانے والی نہیں ہیں؟ کیا تجھے معلوم ہے۔ کہ تو کس چیز کی خواہش کر رہا ہے؟ جب مطلوبہ شے حاصل ہو جاتی ہے۔ اس وقت بھی تجھ کو قناعت نہیں ہوتی۔ دل مطمئن نہیں ہوتا۔ جب تیرا جی چاہے۔ اس امر کی جانچ کر لے:

جو اشیاء اِس وقت تیرے قبضہ میں ہیں۔ اُن سے تجھے خوشی کیوں نہیں حاصل ہوتی؟ آئندہ حاصل ہونے والی چیزیں تجھے اتنی اچھی

کیوں لگتی ہیں؟ اِس کا سبب یہ ہے۔ کہ اپنے موجودہ مقبوضات سے ملنے والی خوشی سے تیرا جی بھر جاتا ہے۔ اور آئندہ حاصل ہونے والی اشیاء کی برائیوں سے تو قطعی ناواقف ہے۔ اِس لئے اپنے دل میں سمجھ لے۔ کہ سچّی راحت قناعت ہی میں ہے ؛

اگر خدا خود بے شمار اشیاء تیرے سامنے لاکر رکھ دے۔ اور تجھ سے کہے۔ کہ ان میں سے جو جو تیرا جی چاہے۔ لے لے۔ تب بھی کیا قناعت تیرا ساتھ دے گی؟ اِس حالات میں بھی کیا مسرت۔ راحت تیرے سامنے دست بستہ حاضر رہے گی؟

افسوس! تیری کمزوری ستِ راہ ہوتی ہے۔ اور تیری کمزوری ہی رکاوٹ ڈالتی ہے! مختلف اشیاء سے تجھے مسرّت حاصل ہوتی ہے۔ مگر جس چیز سے دائمی مسرت حاصل ہو۔ وہی ہمیشہ کے لئے دل لگانے کے قابل ہے ؛

راحت جب تک تیرے پاس رہتی ہے۔ اس وقت تک تو اس سے متنفّر رہتا ہے۔ اور جب وہ چلی جاتی ہے۔ اس وقت تو اس کے لئے کفِ افسوس ملتا ہے۔ اس کے بعد جو دوسری راحت آتی ہے۔ افسوس! اس میں بھی تجھے خوشی محسوس نہیں ہوتی۔ وہ کونسی بات ہے۔ جس میں تجھ سے غلطی سرزد نہ ہوتی ہو؟

مختلف اشیاء کی خواہش کرنے اور اُن کے حاصل ہو جانے پر اُن کے طرزِ استعمال میں انسان کی کمزوری خاص طور پر ظاہر ہوتی ہے۔ جو چیز دائمی پاکیزہ اور خوشگوار ہوتی ہے۔ وہ ہمیں تلخ اور ناخوشگوار معلوم ہوتی ہے۔ ہمیں راحت سے تکلیف اور مسرّت سے غم پیدا ہوتا ہے۔

اس لئے اپنی خواہشات کو محدود رکھ۔ صرف اسی صورت میں وہ پوری ہوسکینگی۔ اور سمجھداری کے ساتھ خوشی منا۔ تبھی تو غم سے محفوظ رہ سکے گا ؛

کسی معشوقہ سے عشق کیا جائے۔ تو پہلے آہیں بھرنی پڑتی ہیں اور بعد میں بھی سوائے تکلیف اور مایوسی کے اور کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ یعنی جس چیز کے حاصل کرنے کے لئے تو مرتا ہے۔ وہ تجھے اس قدر زیادہ مقدار میں مل جاتی ہے۔ کہ تیرے لئے اس سے اپنی جان چھڑانا مشکل ہو جاتا ہے ؛

ہماری تعریف میں اگر جذبہ احترام ہوگا۔ اور محبت میں اگر دوستی ہوگی۔ تو بالآخر ہمیں اس قدر قناعت حاصل ہوگی۔ کہ اس کے مقابلہ میں بڑی سے بڑی مسرت کوئی چیز نہیں۔ دل کو اس قدر اطمینان اور چین حاصل ہوگا۔ کہ اس کے سامنے بڑی سے بڑی خوشی کی بھی کوئی قیمت نہ ہوگی ؛

خدا نے نیکی عطا کی ہے۔ تو اُس نے اس میں ملی ہوئی اتنی ہی بدی دی ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی برائی کو نکال کر پھینک دینے کے ذرائع بھی عطا کئے ہیں۔ جیسے سُکھ میں دُکھ ملا رہتا ہے۔ اسی طرح دُکھ بھی سُکھ سے خالی نہیں ہے ؛

سُکھ اور دکھ ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہوئے بھی باہم ملے ہوئے ہیں۔ اس کو صرف سُکھ ہی سُکھ یا دکھ ہی دکھ بنانے کا دارومدار ہم پر ہے۔ لاپرواہی سے کبھی کبھی مسرت حاصل ہوتی ہے اور فرطِ خوشی سے آنسو بہنے لگتے ہیں۔ عمدہ ترین چیز بھی کسی بیوقوف کے ہاتھ میں جا کر اُس کی تباہی کا موجب ثابت ہوتی ہے۔ اور دانا آدمی بُری سے بُری چیز سے بھی فائدہ اُٹھانے کی ترکیب سوچ لیتا ہے ؛

انسان طبعی طور پر اس قدر کمزور ہے۔ کہ صرف اچھا یا بُرا ہونے کی طاقت اِس میں نہیں ہے۔ چنانچہ اس کو چاہیئے۔ کہ برائیوں کی طرف سے اپنے دل کو ہٹا کر جو کچھ نیکی اُس کے دل میں موجود ہے۔ اسی پر قناعت کرے ؛

انسان کے حالات اس کی قابلیت کے موافق پیدا کئے گئے ہیں۔ اس لئے غیر حاصل شدہ اشیاء کے حصول کی خواہش نہ کر۔ اور نہ ہی اس بات کے لئے افسوس کر۔ کہ تمام چیزیں تجھے کیوں نہیں مِل جاتیں ؛

کیا تو چاہتا ہے۔ کہ تجھے دولت مندوں کی فراخدلی اور غریبوں کی قناعت ایک ساتھ ہی مِل جائیں ؟ یہ اسی طرح نہ ممکن ہے۔ جیسے ایک سہاگن میں بیوہ کے اوصاف ؛

اگر تیرے باپ کی جان خطرہ میں ہو۔ تو کیا تو انصاف کے خیال سے اس کو مروا ڈالیگا ؟ یا فرض شناسی کو پیشِ نظر رکھ کر اُس کی حفاظت کریگا ؟ اگر تیرا بھائی سولی پر چڑھایا جا رہا ہو۔ تو کیا تو اُسے بچائے گا نہیں۔ اور اُس کی موت کو اپنی موت نہیں سمجھے گا ؛

صداقت ایک ہی ہے۔ اپنے شکوک کو تو نے خود ہی پیدا کیا ہے۔ جس نے تجھے اوصافِ حمیدہ عطا کئے۔ اُس نے تجھ کو اُس کی عظمت کے علم سے بھی بہرہ ور کیا ہے۔ اپنی روح کا کہا مان۔ اس کے حکام بجالا۔ اور نتیجہ تیرے حق میں بہت مفید ہوگا ؛

چوتھی فصل

علم کا ادھورا پن

اگر کوئی چیز خوبصورت ہے۔ اگر کوئی چیز اِس قابل ہے۔ کہ اس کے حصول کی خواہش کی جائے۔ اگر کوئی چیز ایسی ہے۔ جسے انسان آسانی سے حاصل کر سکتا ہے اور جس سے اس کی تعریف ہوتی ہے۔ تو وہ علم یا گیان ہے۔ اس کے باوجود بھی آج تک کوئی بھی پورا پورا علم حاصل نہیں کر سکا۔

ملکی مدبر کہتے ہیں۔ کہ ہم بہت سا علم رکھتے ہیں۔ بادشاہ کہتا ہے۔ میں تم سے زیادہ علم دار ہوں۔ مگر رعایا دونوں میں سے بھلا کس کو زیادہ علم دار سمجھتی ہے؟

انسان کے لئے بدچلنی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اور نہ بُری باتوں ہی کے برداشت کرنے کی ضرورت ہے۔ مگر کچھ خیال بھی ہے۔ کہ قواعد کی خلاف ورزی ہم سے کتنے گناہوں کا ارتکاب کرا ڈالتی ہے۔ اور قوانین مجلسی کی عدم پابندی کے سبب ہم سے کتنے پاپ ہو جاتے ہیں؟ اے حکمران! یہ بات دھیان میں رکھ۔ کہ تجھ سے کیا ہوا۔ ایک گناہ دس مجرموں کو سزا سے بچانے کی نسبت بھی زیادہ بڑا ہو سکتا ہے۔

جب تیرے خاندان کے لوگوں کی تعداد بڑھ جاتی ہے۔ اور جب تیرے بہت سے بچے ہو جاتے ہیں۔ تو کیا تو انہیں بیکس و بے خطا نہیں

کو ستانے کے لئے نہیں بھیجتا ؟ اور کیا وہ لوگ جنہوں نے ان کا کچھ بھی نہیں بگاڑا ہے۔ ان کے ہاتھ سے نہیں مارے جاتے ؟

اگر ہزاروں بیگناہ بندگانِ خدا کی جان لینے سے ہی تیری مقصد براری ہوتی ہے۔ تو اس سے محترز رہ۔ تجھے یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ جس خدا نے تجھے بنایا ہے۔ اسی نے انہیں بھی بنایا ہے۔ اور اُن کی جان بھی اسے اتنی ہی عزیز ہے۔ جتنی کہ تیری ؛

کیا تو یہ سمجھتا ہے۔ کہ سختی کئے بغیر انصاف نہیں ہو سکتا ؟ اگر سچ مچ تیرے یہی خیالات ہیں۔ تو تُو اپنی ہی فضیحت کر رہا ہے ؛

تو جو دم دلاسا دے کر کسی ملزم سے یہ پوچھتا ہے۔ کہ تو نے کون سا جرم کیا ہے۔ اور اُس سے اُس کے جرم کا اقبال کرانا چاہتا ہے۔ تو کیا یہ طرزِ عمل اختیار کر کے تو خود اس کا قصور وار نہیں بنتا ہے ؟

جب تو محض شک کی وجہ سے کسی کو سزا دینا چاہتا ہے۔ تو کیا کبھی تیرے دل میں یہ خیال بھی آتا ہے۔ کہ ممکن ہے۔ ملزم پر جھوٹا الزام لگایا گیا ہو۔ اور وہ سراسر بے گناہ ہو ؟

اس قسم کی سزا سے کیا تیری خواہش پوری ہو جاتی ہے ؟ مجرم جب اپنے جرم کا اقبال کر لیتا ہے۔ کیا اس وقت تیری روح کو اطمینان حاصل ہوتا ہے ؟ جب تو اُسے گھڑکیاں دیتا ہے۔ اس وقت ممکن ہے وہ ڈر کر۔ تجھے خوش کرنے کے لئے۔ جھوٹ موٹ جرم کا اقبال کر بیٹھے۔ جس کا وہ کبھی مرتکب نہیں ہوا۔ بڑے افسوس کا مقام ہے۔ کہ تو سچا سچا حال نہیں جانتا اور ملزم کو مروا ڈالتا ہے !

اے سچائی سے ناواقف۔ کوتاہ علم انسان ! سمجھ رکھ۔ کہ جب وہ

قادر مطلق تجھ سے اس کا حساب مانگے گا۔ اُس وقت تو رہ رہ کر پچھتائیگا۔ اور کہے گا۔ کہ افسوس! یہ میں نے کیا کیا! جن لوگوں کی میں نے جان لی۔ وہ تو سراسر بے خطا تھے!

جب انسان انصاف سے کام لینے کے ناقابل ہے۔ تو اُسے صداقت کا علم کس طرح ہو سکتا ہے؟ سچائی کے پاس تک اس کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ جیسے آفتاب کی روشنی سے اُلّو کی آنکھیں چُندھیا جاتی ہیں۔ اسی طرح صداقت کے نور سے تیری آنکھیں چکا چوندہ ہونے لگیں گی؃

اگر تو سچائی کے پاس پہنچنا چاہتا ہے۔ تو پہلے اُس کے قدموں میں اپنا سر عاجزی کے ساتھ جُھکا۔ اگر تو صداقت کا علم حاصل کرنے کا خواہشمند ہے۔ تو پہلے یہ سمجھ۔ کہ تجھ میں کتنی جہالت اور لاعلمی بھری ہوئی ہے؃

سچائی موتی سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔ اس لئے بڑی احتیاط اور ہوشیاری کے ساتھ اس کی جستجو کر۔ نیلم۔ پکھراج۔ لعل اور ہیرے یہ تمام اس کے پیروں کی خاک ہیں۔ اس لئے بڑی محنت و جانفشانی سے اس کی تلاش کر؃

کوشش کرنا ہی صداقت کے حصول کا ذریعہ ہے۔ یکسوئیِ قلب اس کے مندر کی راہ دکھلانے والی لونڈی ہے۔ مگر راہ میں تھک ہار کر بیٹھ نہ جا۔ جب تو اس کے پاس پہنچ جائے گا۔ اُس وقت تیرے تمام دکھ سُکھ میں بدل جائیں گے؃

سچائی کس کام کی؟ سچ کی بدولت جھگڑے بکھیڑے اُٹھ کھڑے ہوتے

ہیں۔ ریاکاری بہت اچھی چیز ہے۔ اس کی بدولت بہت سے آدمی دوست بن جاتے ہیں۔ میں تو اسی کی پناہ لونگا۔ اس قسم کے خیالات کو نہ دِل میں جگہ دے۔ اور نہ کبھی زبان سے نکال۔ کیونکہ سچائی کے ذریعے سے بنے ہوئے دشمن چاپلوسی کے ذریعے سے بنے ہوئے دوستوں سے ہزار درجہ بہتر ہیں ؛

انسان طبعاً سچائی کی خواہش کرتا ہے۔ مگر جب وہ اُس کے سامنے آتی ہے۔ اس وقت وہ اس کی قدر نہیں کرتا۔ اور جب وہ زبردستی اور زور کے ساتھ اُس کے پاس آتی ہے۔ تو وہ غیض و غضب کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس میں صداقت کی کوئی خطا نہیں ہے۔ کیونکہ وہ تو سب کو عزیز ہے۔ خطا ہے انسان کی کمزوری کی۔ وہ اس کے جلال کو برداشت نہیں کرسکتا۔ اب تو ہی غور کر کے دیکھ لے۔ کہ انسان کس قدر غیر مکمل اور ادھورا ہے ؛

اگر تو اپنے ادھورے پن کا حال زیادہ اچھی طرح جاننا چاہتا ہے تو خدا کی عبادت کے وقت اپنے دل سے پوچھ۔ دھرم کس لئے بنایا گیا ہے؟ جواب ملے گا "تیری کمزوری کی یاد دلانے کے لئے۔ اور تجھے یہ بتلانے کے لئے۔ کہ نیکی کی اُمید صرف خدا ہی سے کرنی چاہیئے"؛

دھرم یہ سبق دیتا ہے۔ کہ ہم خاک سے پیدا ہوئے ہیں اور خاک ہی میں ایک روز مل جائیں گے۔ اس کے باوجود بھی اگر ہم اس چند روزہ جسمِ خاکی کے لئے رنج و غم کریں۔ تو یہ سوائے ہماری کمزوری کے اور کیا ہے؟

جب دوسرے تجھے قسم کھلاتے ہیں۔ یا تو خود دوسروں کو دھوکا نہ

دینے کی غرض سے قسم کھاتا ہے۔ تو کیا تو نہیں دیکھتا۔ کہ اس وقت تیرے چہرے پر ایک قسم کی شرم سی چھا جاتی ہے؟ پس اگر انصاف پسندی سے کام لے گا۔ تو بعد ازاں کفِ افسوس ملنے کی ضرورت پیش نہ آئے گی اور اگر اپنا رویہ ایماندارانہ رکھے گا۔ تو قسم کھانے کی مطلق ضرورت نہ پڑے گی ؛

جو شخص اپنے نقائص چپ چاپ سن لیتا ہے۔ وہ دوسروں کو خوب زور کے ساتھ برا بھلا کہہ سکتا ہے۔ اگر تجھ پر کوئی شک کرے۔ تو صاف الفاظ میں جواب دے۔ جو شخص خطاوار نہیں ہے۔ اُسے ڈر کس بات کا؟

جو شخص نرم دل ہے۔ اگر اُس سے درخواست کی جائے۔ تو وہ اس کام سے منہ موڑ لیتا ہے۔ جسے وہ شروع کرنا چاہتا ہو۔ مگر جو شخص متکبر۔ گھمنڈی ہے۔ اگر اُس سے اس قسم کی درخواست کی جائے۔ تو وہ اور بھی شیر ہو جاتا ہے۔ تو صرف اسی وقت، دوسروں کی باتوں کو دھیان سے سنے گا۔ جب تو اپنی لاعلمی سے آگاہ ہو جائے گا ؛

اگر تو درحقیقت انصاف پسند بننے کا خواہشمند ہے۔ تو جذبات سے متاثر ہوئے بغیر دوسروں کی باتوں کو سُن ؛

پانچویں فصل

دُکھ

نیکی کرنے میں انسان کمزور اور ادھورا ہے۔ وہ سکھ میں کمزور اور غیر مستقل مزاج بنتا ہے۔ اور صرف دکھ میں ہی ثابت قدم اور اٹل ہوتا ہے ؛

دکھ جسم انسانی کا ایک خاصہ ہے۔ یہ قدرت کا ایک خاص اختیار ہے۔ وہ انسان کے دِل میں رہتا ہے۔ اور اس کے جذبات ہی سے اس کی پیدائش ہوتی ہے ؛

جس نے تجھے جذبات دیئے ہیں۔ اس نے تجھ کو انہیں اپنے مُطیع اور قابو میں رکھنے کی طاقت بھی عطا کی ہے۔ اُس طاقت کو کام میں لانے سے ہی تو انہیں زیر کر سکیگا ؛

تیری پیدائش کیا ایک شرمناک فعل نہیں ہے ؟ تو کیا پھر تیرا خاتمہ قابلِ تعریف نہیں ؟ دیکھ۔ انسان ہلاکت و تباہی کے اوزاروں اور ہتھیاروں کو سونے چاندی اور جواہرات سے مزّین کر کے اپنے جسم پر پہنتا ہے ؛

جو شخص بہت سے بچّے پیدا کرتا ہے۔ لوگ اس کا نام دھرتے ہیں اور جو شخص میدانِ جنگ میں سینکڑوں کی گردنیں نہ تیغ کرتا ہے۔ اس کی عزت اور تعریف کرتے ہیں۔ مگر یہ سب محض ڈھکوسلے ہیں۔ رسم و

رواج صداقت کی شکل میں کسی قسم کی تبدیلی پیدا نہیں کر سکتے - اور نہ کسی ایک شخص کی رائے سے انصاف کا خاتمہ ہو سکتا ہے جس کی تعریف ہونی چاہیئے - اُس کی بدنامی ہوتی ہے - اور جس کے پلے بدنامی پڑنی چاہیئے - اس کے سر نیک نامی کا سہرا بندھتا ہے ؛

انسان کے پیدا ہونیکا تو ایک ہی راستہ ہے - مگر اس کی تباہی و ہلاکت کی ہزاروں راہیں ہیں - جو شخص دوسروں کی پیدائش کا سبب بنتا ہے - اس کی کوئی تعریف نہیں کرتا - اور نہ کوئی اس کا احترام کرتا ہے - لیکن جو شخص دوسروں کا خون کرتا ہے - اس کا نام ہوتا ہے - اور اُسے جاگیریں ملتی ہیں ؛

اس کے باوجود بھی یہ یاد رکھنا چاہیئے - کہ خوش اور آرام سے ہی ہے - جس کے بہت سے بچے ہیں - اور جس نے دوسروں کی جان لی - اس کو ذرا بھی مسرت یا راحت حاصل نہیں ہو سکتی ؛

انسان کے حصے میں پہلے ہی کافی دکھ آیا ہے - مگر وہ رنج و غم میں مبتلا ہو کر اُس کی مقدار کو اور بھی زیادہ بڑھاتا ہے - جتنی تکلیفیں انسان کے پلے پڑی ہیں - ان میں غم سب سے بڑا ہے - خدا معلوم اس کا کتنا بڑا حصہ اس کو روزِ پیدائش ہی سے دیا گیا ہے - پھر خواہ مخواہ اسے زیادہ بڑھانے کی کوشش کیوں کی جائے ؟

دکھ ماننا انسان کی خصلت میں داخل ہے - اور وہ تجھے ہر وقت گھیرے رہتا ہے - سُکھ صرف ایک مہمان کی حیثیت رکھتا ہے - جو باہر سے کبھی کبھی آجایا کرتا ہے - عقل کا مناسب استعمال کرنے سے دکھ دور ہو گا - اور دور اندیشی سے کام لیا جائے گا - تو سُکھ مدام قائم رہیگا ؛

تیرے جسم کے ہر ایک عضو سے دکھ ملنے کا امکان ہے - مگر وہ راستے

جن سے خوشی حاصل ہو سکتی ہے۔ معدودے چند اور تنگ ہیں۔ خوشیاں ایک ایک کر کے آتی ہیں۔ مگر دکھ ایک ہی وقت میں سینکڑوں کی تعداد میں یورش کر سکتے ہیں ؂

جیسے تنکا جلتے ہی خاک سیاہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح سکھ آتے ہی ایک لحظہ میں غائب ہو جاتا ہے۔ کسی کو پتہ لگا اور کسی کو نہیں لگا۔ دکھ لگاتار آتا رہتا ہے۔ دکھ خود آتا ہے۔ مگر سکھ کے لانے کے لئے کوشش کرنی پڑتی ہے ؂

تندرست اور توانا آدمی پر لوگوں کی نگاہ کم پڑتی ہے۔ مگر جو شخص ذرا بھی بیمار ہو۔ اس کو وہ لوگ بڑے دھیان سے دیکھتے ہیں۔ اسی طرح اعلےٰ سے اعلےٰ قسم کی راحت کا اثر ہم پر کم ہوتا ہے۔ لیکن اگر دکھ تھوڑے سے تھوڑا بھی ہو۔ تو اس کا اثر ضرورت سے زیادہ پڑتا ہے ؂

بنی نوع انسان کا فرض اپنی حالت پر غور کرنا ہے۔ انسان کا اول فرض یہ ہے۔ کہ وہ یہ معلوم کرے۔ کہ وہ کیسا ہے۔ مگر سکھ میں ایسا کون خیال کرتا ہے؟ پھر اگر دکھ ہمارے پلے پڑے۔ تو اس تعجب کی بات ہی کیا ہے ؂

انسان آئندہ خطرات کا خیال کرتا ہے۔ ان کے گزر جانے کے بعد وہ انہیں یاد رکھتا ہے۔ مگر افسوس! وہ یہ نہیں دیکھتا۔ کہ خطرہ یا مصیبت کی نسبت اس کے خیالات سے اسے زیادہ تکلیف پہنچتی ہے۔ اگر وہ مصیبت کے نازل ہونے پر اسے یک قلم فراموش کر دے۔ تو پھر اسے دکھ نہ بھوگنا پڑے ؂

جو شخص بلاوجہ روتا ہے۔ وہ سخت غلطی کرتا ہے۔ وہ اس لئے

روتا ہے - کہ رونا اسے بہت پسند ہے ؛

جب تک تیر اس کے بدن میں پیوست نہیں ہو جاتا - اس وقت تک بارہ سنگا نہیں روتا - جب تک شکاری کتّے ہرن کو چاروں طرف سے آکر نہیں گھیر لیتے - اس وقت تک اس کی آنکھوں سے ایک قطرہ آنسو بھی نہیں گرتا - صرف ایک انسان ہی ایسا جاندار ہے - جو موت کے آنے سے پہلے ہی اس کے خوف ہی سے گھبرا کر رونا شروع کر دیتا ہے ؛

اپنے اعمال کا حساب دینے کے لئے ہر وقت تیار رہ - اور یاد رکھ کہ سب سے اچھی موت وہ ہے - جو ہر قسم کے خوف و فکر سے مبّرا ہو ؛

چھٹی فصل

قوّتِ فیصلہ

خدا نے انسان کو دو بہت بڑی طاقتیں عطا کی ہیں - (۱) سوچنے سمجھنے کی طاقت اور (۲) قوتِ ارادی اور فیصلہ کرنے کی طاقت - درحقیقت آرام سے اور خوش وہی ہے - جو ان کا بیجا استعمال نہیں کرتا ؛

جیسے پہاڑی نالہ جن جن چیزوں کو اپنے ساتھ لے کر چلتا ہے - اُن تمام کو چور چور کر ڈالتا ہے - اسی طرح لوگوں کی (اُس کے بارے میں بُری بھلی) باتوں سے اُس شخص کی عقل چُور چُور ہو جاتی ہے - جو یہ پتہ لگائے بغیر

کہ ان کی تہ میں کیا ہے۔ فوراً ان پر یقین کر بیٹھتا ہے؛

خبردار! ہوشیار! محتاط! جس کو تو سچ سمجھتا ہے۔ ایسا نہ ہو۔ کہ وہ جھوٹ ثابت ہو۔ جس پر تو بہت زیادہ یقین اور بھروسہ رکھتا ہے۔ کہیں وہ جھوٹ نہ نکلے۔ مستقل مزاج اور ثابت قدم رہ۔ کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ تو خود کر۔ تاکہ اُس کی ذمہّ داری صرف تجھی پر رہے؛

گردوپیش کے حالات۔ ماحول۔ کا حال معلوم کئے بغیر صرف کام سے ہی اس کا نتیجہ نہ نکال بیٹھ۔ انسان اتفاق کے دائرے سے باہر نہیں ہے؛

محض اسی وجہ سے دوسروں کے خیالات کی بے قدری نہ کر۔ کہ وہ تیرے خیالات سے نہیں ملتے۔ ممکن ہے دونوں ہی غلطی پر ہوں؛

جب تو کسی شخص کی عزّت محض اس کے خطابات کی وجہ سے کرتا ہے۔ اور ان لوگوں کی تحقیر کرتا ہے۔ جو اُن خطابات سے محروم ہیں۔ تو یاد رکھ۔ اس وقت تو غلطی کرتا ہے۔ بھلا کہیں صرف نکیل سے بھی اونٹ کی جانچ ہوتی ہے؟ اس کے نقائص اور خوبیوں کا پتہ لگانے کے لئے اس کے جسم کے تمام اعضا کو بغور دیکھنا پڑے گا؛

یہ نہ سمجھ۔ کہ دشمن کی جان لے لینے سے بدلہ مل جاتا ہے۔ ہلاک کر کے تو اس کو شانتی اور اطمینان بخش رہا ہے۔ اور بدلہ چکانے کے تمام مواقع اپنے ہی ہاتھوں سے کھو رہا ہے۔ اگر کوئی شخص تجھ سے آکر یہ کہے۔ کہ تیری ماں بدچلن ہے یا تیری بیوی کسی غیر مرد کے عشق و محبّت میں مبتلا ہے۔ تو کیا تجھے سنکر صدمہ نہ ہوگا؟ ہوگا۔ ضرور ہوگا۔ لیکن اگر کوئی شخص اس کے لئے تیری بے عزّتی کرے۔ تو ایک طرح سے وہ اپنی ہی

بے عزتی کرتا ہے۔ بھلا کہیں ایک آدمی دوسرے کی بُری باتوں کے لئے جواب دہ ہو سکتا ہے؟

نہ اپنے ہیرے کی بے قدری کر۔ اور نہ دوسرے کے ہیرے کی بہت زیادہ تعریف کر۔ یاد رکھ۔ کسی چیز کی قیمت کا بڑھنا یا گھٹنا اس بات پر منحصر ہے۔ کہ وہ دانا (قدرشناس) کے ہاتھ میں جاتی ہے یا نادان (ناقدرشناس) کے ہاتھ میں؟

میری بیوی میری فرمانبردار ہے۔ یہ خیال کر کے اس کی توقیر میں کمی نہ کر۔ کیا سمجھ کر اُس نے تجھے اپنا شوہر بنایا ہے؟ صرف تیرے اوصاف پسندیدہ کو دیکھ کر۔ اتنے بڑے احسان کے لئے کیا تو اُسے کم پیار کرے گا؟

شادی کے موقع پر تو نے اپنی بیوی کے ساتھ جو وعدے کئے تھے اگر وہ سچے تھے۔ تو جب تک وہ زندہ ہے۔ اس وقت تک خواہ تو اس سے منہ پھیرے رہ۔ مگر اُس کے مرنے پر تجھے ضرور رنج و افسوس ہو گا؟

فلاں شخص کی شادی ہوگئی ہے۔ اس لئے اس کی زندگی بہت اعلےٰ ہے۔ یہ خیال نہ کر۔ البتہ یہ ضرور کہا جا سکتا ہے۔ کہ اس کی زندگی پُر راحت ہے؟

تیرا دوست آنسو بہا رہا ہے۔ صرف اتنی سی بات سے اس کے نقصان کا اندازہ نہ لگا۔ ایسے بڑے بڑے آنسوؤں کے قطروں کا نقصان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بعض اوقات لوگ بلا وجہ۔ محض دوسروں کی ہمدردی حاصل کرنے کے لئے بھی جھوٹ موٹ رونے لگتے ہیں؟

خواہ کوئی کام بڑی دھوم دھام اور شان وشوکت کے ساتھ کیا گیا ہو۔ پھر بھی اُس کی تعریف نہ کر۔ بڑے آدمی بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیتے ہیں۔ مگر اس کے لئے ڈھول نہیں پیٹتے پھرتے ॰ کوئی معمولی آدمی جب کسی کی تعریف ہوتے سنتا ہے۔ تو اس کا دل حیرت اور تعجب کے جذبات سے معمور ہو جاتا ہے۔ مگر جس کا دل ٹکا ہوا اور پرسکون واطمینان ہے۔ اس کو اسی سے راحت حاصل ہوتی ہے ॰

"فلاں شخص نے یہ نیک کام کسی بُری نیت سے کیا ہے"؟ ——— ایسی بات ہرگز زبان سے نہ نکال۔ کیونکہ تجھے دوسرے کے دل کا حال کیا معلوم ہے؟ دنیا تیرے منہ پر تھوکے بغیر نہ رہے گی اور یہ کہے گی۔ کہ تیرے دل میں حسد کا زہر گھلا ہوا ہے ॰

ریاکاری میں بدی کی نسبت بیوقوفی زیادہ ہوتی ہے۔ ایماندار ہونا اتنا ہی آسان ہے۔ جتنا ایماندار ہونے کا بہانہ کرنا ॰

اگر کوئی شخص تیرے ساتھ بدی کرتا ہے۔ تو تو اُس کے ساتھ زیادہ نیکی کر۔ تیرے یہ طرزِ عمل اختیار کر لینے سے وہ بھی تیرے ساتھ بدی کی بجائے نیکی زیادہ کرنے لگے گا ॰

نفرت کے بدلہ میں تو محبت کرنے کی طرف زیادہ راغب رہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ لوگ بجائے نفرت کرنے کے تجھ سے زیادہ محبت کرنا شروع کر دیں گے ॰

اگر دوسرے تیری برائی کرتے ہیں۔ تو تو اُن کی بدگوئی کے بدلے میں ان کی تعریف کر۔ اس سے لوگ تیرے اوصاف اور خوبیوں کی تعریف کرینگے۔ اور تیرے نقائص کی طرف دھیان نہیں دیں گے ॰

جب تو کسی کی بھلائی کر رہا ہے۔ تو یہ خیال سامنے رکھ کر ایسا کر۔ کہ بھلائی کرنا ہی سب سے اچھا کام ہے۔ اس خیال سے ایسا نہ کر۔ کہ لوگ تیری تعریف کریں گے۔ اسی طرح بدی کو اس لئے نہ چھوڑ۔ کہ لوگ اس کے لئے تیری بدنامی کر رہے ہیں۔ بلکہ یہ سمجھ کر اس کو ترک کر۔ کہ بدی کرنا معیوب فعل ہے۔ ایمانداری کو اچھا سمجھ کر اپنا۔ اس سے تو ہمیشہ ایماندار بنا رہے گا۔ جو شخص بلا کسی خاص قاعدہ کی پابندی کے کوئی کام کرتا ہے وہ ہمیشہ مضطرب و پریشان رہتا ہے؛

داناؤں کی طرف سے جو لعنت ملامت ہو۔ وہ بہتر ہے بہ نسبت اُس تعریف کے جو بیوقوف آدمی کریں عقلمند آدمی تیرے نقائص اس لئے ظاہر کرتا ہے۔ کہ تو ان کی اصلاح کر سکے۔ مگر بیوقوف تجھے اپنی ہی مانند خیال کر کے تیری تعریف کرتا ہے؛

جس عہدہ کے فرائض انجام دینے کی قابلیت تجھ میں نہ ہو۔ اُسے مت قبول کر۔ ورنہ وہ لوگ جو اس کے اہل ہیں۔ تیری تحقیر کریں گے؛

جس مضمون کا تو خود ہی علم نہیں رکھتا۔ اس کا سبق دوسروں کو مت پڑھا۔ ورنہ جب یہ بات انہیں معلوم ہو گی۔ تو وہ تیری مذمت کئے بغیر نہ رہیں گے؛

جس نے تجھے نقصان پہنچایا ہے۔ اُس سے دوستی کی اُمید نہ رکھ جس کو نقصان پہنچایا گیا ہے۔ وہ خواہ معاف بھی کر دے۔ مگر جو شخص نقصان پہنچاتا ہے۔ وہ ہرگز معاف نہیں کرتا؛

اپنے دوست پر احسانات کا بوجھ نہ لاد۔ سمجھ رکھ۔ کہ اگر وہ اس امر سے آگاہ ہو گیا۔ تب پھر دوستی و محبت میں فرق پڑ جائے گا۔ معمولی

احسان سے دوستی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اور بڑے احسان سے دشمنی پیدا ہو جاتی ہے؛

جو شخص اپنا قرضہ نہیں ادا کر سکتا۔ وہ اس کی یاد آتے ہی جھینپ جاتا ہے۔ اور جو شخص دوسرے کو نقصان پہنچاتا ہے۔ وہ اُس آدمی کو دیکھ کر شرمندہ ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا؛

دوسروں کی ترقی دیکھ کر اپنے دل میں بُرا نہ مان اور نہ اپنے دشمن کو مُصیبت میں مبتلا دیکھ کر خوشی منا۔ اگر تو ایسا کرے گا۔ تو دوسرے بھی ایسا ہی کرنے لگیں گے؛

اگر کل جہاں کی محبت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ تو سب کا بھلا کر اپنی نیکی کرنے کی طاقت اور ذرائع کو کسی خاص مقام۔ فرقہ یا قوم کے لوگوں تک محدود نہ رکھ۔ اگر اس ترکیب سے تجھے پریم حاصل نہ ہوا۔ تب پھر وہ اور کسی طرح نہیں مل سکتا۔ پھر بھی خواہ وہ تجھے حاصل نہ ہو سکے۔ مگر تجھ کو اس امر کا اطمینان تو رہے گا۔ کہ تو نے اپنے تئیں اُس کا اہل بنایا اور ثابت کیا ہے؛

ساتویں فصل

غرور

غرور، خودی یا تکبّر اور کمینہ پن ایک دوسرے کے بالکل برعکس نظر آتے

ہیں۔ مگر انسان دو متضاد باتوں کو بھی ایک ہی جیسا بنا دیتا ہے۔ وہ ایک ہی وقت میں بے حد دُکھی اور متکبّر ہو جاتا ہے ؛

تکبّر یا خودی سے عقل زائل ہو جاتی ہے۔ اس سے لاپرواہی بڑھتی ہے۔ پھر بھی یہ نہیں سمجھنا چاہیئے۔ کہ عقل کے ساتھ اُس کی کوئی دشمنی ہے ؛

کون سا ایسا آدمی ہے۔ جو اپنی تعریف اور دوسروں کی مذمت نہیں کرتا؟ جب خود خدا تک جو ہمارا خالق و مالک ہے۔ گھمنڈ سے نہیں بچ سکتا۔ تب پھر ہم ہی اس سے کیونکر بچے رہ سکتے ہیں؟

کورانہ تقلید۔ اندھا دُھند وسواس کہاں سے پیدا ہوا؟ اور کھوٹی عبادت کا طریقہ کہاں سے چلا؟ جو بات ہماری رسائی سے بالا تر ہے۔ اس پر بحث و تحقیق کرنے سے اور جو بات ہماری سمجھ میں نہیں آ سکتی۔ اس کو سمجھنے کی کوشش کرنے سے یہ دونوں معرضِ ظہور میں آئے ؛

ہماری عقل کوتاہ اور محدود ہے۔ پھر بھی ہم اس کی جو تھوڑی بہت طاقت ہے۔ اس کا ویسا استعمال نہیں کرتے۔ جیسا کہ کرنا چاہیئے ہم خدا کی عظمت اور برتری کا حال معلوم کرنے کی کوشش نہیں کرتے جب ہم اس کی عبادت کرنے بیٹھتے ہیں۔ اس وقت اپنی کامل توجہ اس کی طرف مبذول نہیں کرتے ؛

جو آدمی اپنے بادشاہ کے خلاف زبان کھولتا ہوا ڈرتا ہے۔ وہ خدا کے کاموں کی نکتہ چینی کرتا اور ان میں عیب نکالتا پھرتا ہے!

جو شخص مناسب تعظیم و تکریم کے بغیر اپنے بادشاہ کا نام تک لینا گوارا

نہیں کرتا۔ وہی جب جھوٹ کو سچ ظاہر کرنے کے لئے قسم کھاتا ہے۔ اُس وقت اس کو شرم نہیں محسوس ہوتی!

جو شخص ایک دنیوی منصف کے حکم کو چپ چاپ سُن لیتا ہے وہی خدا کے ساتھ بحث کرنے کا دم بھرتا ہے! وہ ہاتھ پاؤں جوڑ کر اُسے خوش کرتا اور مناتا ہے۔ اس کی حمد وثنا کرتا ہے اور کہتا ہے۔ کہ اگر میری فلاں آرزو بر آئی۔ تو میں تیرے نام پر اتنی خیرات دونگا۔ لیکن اگر اُس کی دعا کا کچھ اثر نہ ہؤا۔ تو وہ اُسی خدا کو صلواتیں سنانے پر آمادہ دکمر بند ہو جاتا ہے؛

اے انسان! اتنا پاپ کرتے ہوئے بھی تجھے سزا کیوں نہیں ملتی؟ سبب یہ ہے۔ کہ ابھی بدلہ چکانے کا وقت نہیں ہے۔ یہ سمجھ کر خدا کی عبادت نہ کر۔ کہ وہ ہمیں سزا دیتا ہے۔ اس سے تیرا ہی دیوانہ پن ثابت ہوگا۔ اپنے بُرے اعمال کا خمیازہ تجھی کو بھگتنا پڑے گا۔ دوسرا آدمی ہرگز اس کا سزاوار نہ ٹھہریگا؛

تو کہتا ہے۔ کہ تو خدا کا بیٹا ہے۔ لیکن اس کا شکر گزار ہونا اور اُس کے احسان بھول جاتا ہے۔ اور نہ اس کی عبادت و بندگی ہی کرتا ہے۔ عقیدہ تو اس قدر اعلےٰ اور اعمال ایسے بُرے!

سچ پوچھا جائے۔ تو اس لا انتہا کائنات میں انسان کی ہستی ایک بے حقیقت ذرہ کے برابر ہے۔ مگر وہ سمجھتا ہے۔ کہ زمین اور آسمان سب اسی کے لئے بنائے گئے ہیں۔ اس کا خیال ہے۔ کہ قدرت صرف ایک اسی کا بھلا کرنے میں خوش ہوتی ہے؛

درختوں اور کشتیوں کا سایہ پانی میں ہلتا ہے۔ مگر بے عقل آدمی یہ

سمجھتا ہے ۔ کہ قدرت کو میری خوشی مقصود ہے اور اسی لئے وہ یہ سب کام کر رہی ہے ۔ قدرت باقاعدہ طور پر اپنا کام کرتی رہتی ہے ۔ مگر انسان خیال کرتا ہے ۔ کہ وہ جو کچھ بھی کرتی ہے ۔ صرف اسی کو خوش کرنے کے لئے کرتی ہے!

وہ جب دھوپ لینے کے لئے بیٹھتا ہے ۔ تو سمجھتا ہے ۔ کہ آفتاب کی شعائیں میرے ہی لئے بنائی گئی ہیں اور جب وہ چاندنی رات میں ہواخوری کے لئے نکلتا ہے ۔ تو سوچتا ہے ۔ کہ چاند مجھی کو خوش کرنے کے لئے بنایا گیا ہے ؛

اے نادان! اتنا گھمنڈ کیوں کرتا ہے ؟ یاد رکھ ۔ قدرت تیری خاطر کام نہیں کر رہی ہے ۔ جاڑا ۔ گرمی اور برسات تیرے لئے نہیں بنائے گئے ہیں ۔ بنی نوع انسان اگر صفحۂ ہستی سے بالکل نیست و نابود ہو جائے ۔ تب بھی قدرت کے کام اور نظام میں ہرگز کوئی تبدیلی رونما نہ ہوگی اور تو تو اِن لاتعداد انسانوں میں سے جن سے دُنیا آباد ہے ۔ صرف ایک ہی ہے ؛

اپنے تئیں اونچا یا برتر یا بڑا نہ سمجھ ۔ کیونکہ فرشتے تجھ سے بھی بڑے ہیں ۔ اپنے دوسرے بھائیوں کی محض اس وجہ سے بے قدری نہ کر کہ وہ تجھ سے چھوٹے ہیں ۔ انہیں بھی تو اسی خدا نے بنایا ہے ۔ جس نے تجھے بنایا ہے ۔ اور تیری ہی طرح بنایا ہے ؛

اگر خدا نے تجھ کو خوشحال بنایا ہے ۔ تو دیوانہ پن سے مغلوب ہو کر دوسروں کو دکھ یا تکلیف نہ دے ۔ ہوشیار رہ ۔ کہیں وہ دکھ اُلٹ کر پھر تیرے ہی پاس نہ چلا آئے ۔ کیا وہ لوگ ہماری ہی طرح خدا کی بندگی اور

عبادت نہیں کرتے ؟
کیا اُس کے قوانین اُن کے لئے نہیں ہیں ؟ کیا اُن کی حفاظت کا اس کو خیال نہیں ہے ؟ تب پھر انہیں تکلیف دینے کی ہمت تجھے کیونکر ہوتی ہے ؟

اپنی رائے کو دوسروں کی رائے سے نرالا نہ سمجھ - اور جو بات تجھے اچھی نہ لگے - اس کو بُرا سمجھ کر اس کی بے قدری نہ کر - دوسروں کے بارے میں رائے قائم کرنے کی طاقت تجھے کس نے دی ؟ یا نیک و بد کی تمیز ہی تجھے کہاں سے حاصل ہوئی ؟

خدا معلوم کتنی سچی باتیں جھوٹ ثابت ہو چکی ہیں اور معلوم نہیں ابھی اور کتنی باتیں آئندہ جھوٹ ثابت ہونگی - اِن حالات میں انسان کسی بات پر پورا پورا بھروسہ کیونکر کر سکتا ہے ؟

جو بات تجھے اچھی معلوم ہوتی ہے - اسے اختیار کر لے - خوشی خود بخود تیری طرف دوڑی آئے گی - دانا ہونے کی نسبت یہ بہتر ہے - کہ آدمی نیک اوصاف سے متصف ہو ؛

جس بات کو ہم نہیں سمجھتے - اس میں جھوٹ اور سچ کیا یکساں طور پر نظر نہیں آتے ؟ تب اُن کے معلوم کرنے کا اور کون سا راستہ ہے ؟

بہت سی باتیں ہماری عقل کی رسائی کے باہر بالاتر ہیں - اور درحقیقت ہم انہیں سمجھ نہیں سکتے - مگر دکھاوے کی خاطر لوگوں سے ہم یہی کہتے پھرتے ہیں - کہ واہ ! ہم تو انہیں سمجھ گئے ہیں - ہمارا مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ ہماری تعریف کریں - اسے نادانی اور گھمنڈ کے سوا

اور کیا کہا جائے گا؟

گستاخانہ لہجہ میں کون کلام کرتا ہے؟ اپنی ضد پر اڑے رہنے کی کوشش کون کرتا ہے؟ نہ نہیں جو نادان ہے۔ بلکہ وہ جسے جھوٹا گھمنڈ ہے ؛

ہر ایک آدمی کا یہ قاعدہ ہے۔ کہ جہاں ایک بات پکڑ لی۔ بس اسی پر اڑے رہنا چاہتا ہے۔ مگر عام طور پر مغرور آدمی ہی ایسا کیا کرتے ہیں ایک چیز میں وہ خود تو دِل سے یقین نہیں رکھتا۔ مگر دوسروں کو اس پر عقیدہ رکھنے کی تلقین کرتا ہے ؛

یہ نہ سمجھ۔ کہ قدیم یا کثرت رائے اس کے حق میں ہونے سے کوئی بات سچ ہو سکتی ہے۔ اگر ضمیر دھوکہ نہ دے۔ تو ہماری بات بھی اتنی ہی قابلِ احترام ٹھہر سکتی ہے۔ جتنی کہ کسی دوسرے شخص کی بات ؛

حصّہ سوم

پہلی فصل

طمع

زر و مال کوئی ایسی چیز نہیں ہے۔ جس پر بہت زیادہ توجّہ دی جائے۔ چنانچہ اس کے پیدا اور فراہم کرنے کے لئے دنیا جہاں کی باقی تمام باتوں کو فراموش کر دینا مناسب نہیں ہے ؛

کسی چیز کو اچھا سمجھ کر اگر کوئی شخص اس کے پانے کی خواہش کرتا ہے تو وہ خواہش اور اِس سے حاصل ہونے والی خوشی دونوں خیالی چیزیں ہیں۔ اس لئے گنواروں کی رائے قبول نہ کرو۔ بلکہ چیز کی اصلی قیمت کی خود جانچ کرو۔ اس ترکیب کو عمل میں لانے سے انسان ایک دم حرص و آز کا شکار نہیں ہو سکتا ؛

زر و مال کی لا محدود حرص روح کے لئے سمِ قاتل کا سا اثر رکھتی ہے وہ ہر ایک قابلِ تعریف وصف کو جڑ سے مٹا ڈالتی ہے۔ اس کے نمودار ہوتے ہی جملہ اوصاف۔ ایمانداری اور پسندیدہ خصائل آدمی کا ساتھ

چھوڑ دیتے ہیں ؏

طامع زر دنیا کے زر و مال کی خاطر اپنے بچوں تک کو بیچ ڈالتا ہے۔ اس کے ماں باپ مرجائیں۔ بلا سے۔ مگر وہ پیسہ خرچ کرنا منظور نہیں کرتا۔ وہ زر و مال کی خاطر خودداری کی دولت تک کو کھونے کے لئے تیار رہتا ہے۔ ڈھونڈھتا ہے وہ سکھ کو۔ مگر ملتا ہے اُسے دُکھ!

وہ شخص جو مال و دولت کی خاطر سکونِ قلب۔ دِل کی شانتی سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ اس خیال سے کہ آئندہ میں اس کے مزے لوٹونگا۔ اور اس سے مجھے بڑی مسرت و راحت حاصل ہوگی۔ اس آدمی کے مانند ہے۔ جو مکان کو آراستہ کرنے کا سامان خریدنے کے لئے اپنے مکان ہی کو بیچ ڈالتا ہے ؏

جو شخص حرص و آز کا شکار ہوتا ہے۔ اس کی روح کنجوس ہو جاتی ہے۔ جو آدمی یہ سمجھتا ہے۔ کہ مسرت و راحت کے حصول کا واحد ذریعہ صرف زر و مال ہی نہیں ہے۔ اس کے حصول مسرت و راحت کے دیگر ذرائع تباہ و برباد ہونے سے بچے رہتے ہیں۔ جو شخص افلاس کو قدرتی مصیبت نہیں سمجھتا۔ اور اس سے خوف نہیں کھاتا۔ وہ اپنی توجہ اِس طرف سے ہٹا کر اپنے تئیں دیگر مصائب و آلام سے محفوظ رکھتا ہے ؏

اے نادان! کیا زر و مال کی نسبت اوصافِ پسندیدہ زیادہ قیمتی نہیں ہوتے؟ کیا گناہ افلاس سے بدتر نہیں ہے؟

جو شخص قناعت کی دولت سے مالامال ہے۔ وہ ان لوگوں کی تکلیفوں کو دیکھ کر ہنستا ہے۔ جو حرص و آز کے شکار بن کر زر و مال فراہم

کرنے کی فکر میں مارے مارے پھرتے ہیں؛

یہ سمجھ کر کہ سونا دیکھنے کے قابل چیز نہیں ہے۔ قدرت نے اسے زمین کی تہ کے اندر چھپا دیا ہے۔ اور اسی خیال سے چاندی کو بھی اس نے تمہارے پیروں تلے گاڑ رکھا ہے۔ کیا اس سے اس کا یہ مقصد نہیں ہے۔ کہ سونا اور چاندی آدر کرنے اور دھیان دینے کے لائق چیزیں نہیں ہیں؟

لوبھ لالچ آج تک لاکھوں آدمیوں کو خاک میں ملا چکا ہے۔ لالچی اس بدنصیب خدمتگار کی طرح ہے۔ جو دل و جان سے ایک بے رحم اور سنگدل آقا کی خدمت انجام دیتا ہے۔ اور حق الخدمت اور انعام کی بجائے اس کے عوض میں اُس کے ہاتھوں دکھ پاتا ہے؛

جہاں سونا۔ چاندی یا کوئی دفینہ ہوتا ہے۔ اُس مقام کی زمین بنجر ہوتی ہے۔ جہاں سونا چھپا پڑا ہوتا ہے۔ اس جگہ گھاس تک نہیں اُگتی؛

ایسی زمین میں ڈھور ڈنگروں کے لئے گھاس نہیں ملتی۔ گرد و پیش اناج کے سرسبز کھیت نظر نہیں آتے اور نہ وہاں پھل پھول پیدا ہوتے ہیں۔ اسی طرح جس کا دھیان اٹھتے بیٹھتے۔ سوتے جاگتے مال و زر ہی میں لگا رہتا ہے اس کے دل میں کوئی عمدہ وصف نشو و نما نہیں پا سکتا؛

زر داناؤں کا غلام ہے۔ مگر وہی زر بیوقوفوں کے دل میں ظالموں کا سا کام کرتا ہے۔ لالچی آدمی روپے کی غلامی کرتا ہے۔ روپیہ اس کی غلامی نہیں کرتا ہے جیسے مریض مرض کے پنجے میں پھنسا ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ بھی زر کے بس رہتا ہے؛ زر اس کی حرص کو بڑھا کر اُسے دکھ دیتا ہے اور مرتے دم تک اس کی جان نہیں چھوڑتا؛

کیا سونے نے اب تک لاکھوں بدنصیب آدمیوں کی جان نہیں لی؟ کیا

اس نے اب تک کسی کا بھلا کیا ہے؟ تب پھر تمہارے دل میں کیوں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے۔ کہ اگر میرے پاس کافی زرومال ہو جائے۔ تو میرا نام ہو؟

کیا وہی لوگ دانا نہیں ہوئے۔ جن کے پاس زرومال کی کمی رہی ہو؟ کیا انہی کا علم یا گیان اُن کے لئے سچا سُکھ ثابت نہیں ہوا؟ کیا بدترین آدمیوں ہی کے پاس زرومال کی فراوانی نہیں نظر آتی؟ اور اس کے ساتھ ہی کیا اُن کا آخری وقت تکالیف و مصائب سے پُر نہیں ہوتا؟

غریب آدمی کو بہت سی چیزوں کی خواہش ہوتی ہے۔ مگر لالچی آدمی زرومال کے سوا اور کسی چیز کی خواہش نہیں کرتا؛

اُس کی ذات سے کسی کا بھلا نہیں ہو سکتا۔ وہ دوسروں کے حق میں اس قدر بے رحم ثابت نہیں ہوتا۔ جتنا خود اپنی ذات کے لئے ہوتا ہے؛

محنت و جانفشانی سے روپیہ کما اور فراخدلی کے ساتھ اس کو خرچ کر۔ دوسروں کو سکھ اور آرام پہنچا کر آدمی کو جس قدر خوشی حاصل ہوتی ہے۔ اتنی خوشی اور کسی طریقہ سے حاصل نہیں ہو سکتی؛

دوسری فصل

فضول خرچی

زر و مال فراہم کرنے سے بڑھ کر اگر کوئی دوسرا بدتر عیب ہے۔ تو وہ فضول کاموں میں اس کا ضایع کرنا ہے ؛

قدرت نے سب کو اپنی بنائی ہوئی چیزوں کے خرچ کرنے کا یکساں اختیار عطا کیا ہے۔ جو شخص ضرورت سے زیادہ خرچ کرتا ہے۔ وہ ایک طرح سے اپنے غریب بھائیوں کے حقوق میں دست اندازی کرتا ہے ؛

جو شخص اپنا زر و مال ضایع کرتا ہے۔ وہ دوسروں کے بھلا کرنے کے وسایل کو کم کر رہا ہے۔ وہ اپنے فرض کی پابندی سے مُنہ موڑتا ہے۔ یعنی نیک کام نہیں کرنا چاہتا اور نہ اس سے ہونے والی راحت کو محسوس کرنا چاہتا ہے ؛

روپیہ کی کمی سے انسان کو اتنی تکلیف نہیں ہوتی۔ جتنی کہ اُس کی فراوانی سے ہوتی ہے۔ مفلسی و تنگدستی میں آدمی جس قدر ضبط سے کام لے سکتا ہے۔ خوشحالی اور فارغ البالی کے زمانے میں وہ اپنی طبیعت پر اتنا ضبط اور اپنے دل کو اتنا قابو میں نہیں رکھ سکتا ؛

مفلسی کی حالت میں صرف ایک وصف کی ضرورت ہے اور وہ ہے بردباری اور قوتِ برداشت۔ مگر منعموں کو خیرات۔ نیکی کفائیت شعاری۔ دوسروں کا بھلا کرنا۔ دور اندیشی وغیرہ بہت سے اوصاف سے متصف ہونے کی ضرورت ہے۔ اگر یہ اوصاف ان میں موجود نہ ہوں۔ تو وہ خطاوار ٹھہرائے

جاتے ہیں۔ غریبوں کو صرف اپنی ہی ضروریات کی فکر کرنی پڑتی ہے۔ مگر دولت مندوں کو اپنے ساتھ دوسروں کا بھی خیال رکھنا پڑتا ہے۔

جو شخص اپنے زرومال کو دانائی کے ساتھ خرچ کرتا ہے۔ وہ اپنے دکھ دلدّر کو بھی دُور بھگا رہا ہے اور جو شخص اسے جمع کرتا جاتا ہے۔ وہ گویا اپنے لئے دکھ اور تکلیفیں جمع کر رہا ہے۔

مہمان کو اگر کسی چیز کی ضرورت درپیش ہو۔ تو اس سے مُنہ نہ موڑ جس چیز کی ضرورت تجھے ہے اگر اتفاق سے اسی چیز کی ضرورت تیرے بھائی کو بھی پڑ جائے۔ تو وہ اس کو دینے میں ذرا بھی پس وپیش نہ کر۔ یاد رکھ۔ اپنی چیز دے کر اس سے محروم رہنے سے جس قدر مسّرت حاصل ہوتی ہے۔ اتنی خوشی ان لاکھوں روپیوں کے پاس رہنے سے بھی نہیں مِل سکتی۔ جن کا جائز اور مناسب استعمال نہ کیا جائے۔

تیسری فصل

اِنتقام

بدلہ لینے کی خواہش روحانی کمزوری کے سبب پیدا ہوتی ہے۔ جو لوگ بے حد کمینہ خصلت اور ڈرپوک ہوتے ہیں۔ انہی کا دِل اس طرف سب سے زیادہ راغب پایا جاتا ہے۔

جن سے نفرت ہوتی ہے۔ اُن کو کون ستاتا ہے؟ "بزدل"۔ جنہیں لوٹتی

ہیں - انہی مارتی کون ہیں ؟ عورتیں ؛

نقصان پہنچانے کا خیال آتے ہی بدلہ لینے کی خواہش پیدا ہوتی ہے شریف آدمیوں کے دل میں دوسروں کو تکلیف دینے کا خیال کبھی نہیں آتا - اور یہی وجہ ہے کہ وہ بدلہ چکانے کا کبھی خیال تک نہیں کرتے ؛

جب کہ خود دکھ ہی کوئی ایسی چیز نہیں ہے - جس کی طرف دھیان دیا جائے تب پھر دُکھ دینے والے کی طرف سے لاپرواہی کیوں برتی جائے ؟ ایسا نہ کرنا گویا اپنے تئیں انسانیت سے گرانا ہے ؛

جو تجھے تکلیف پہنچانا چاہتا ہے - تو اس سے الگ رہ - جو تیرے امن اور دلی اطمینان و سکون میں رخنہ انداز ہونا چاہتا ہے - اس کا ساتھ چھوڑ دے - اس کا نتیجہ محض یہی نہیں ہوگا - کہ تیری شانتی برقرار رہے گی - بلکہ تیرے بغیر کسی قابل مذمت ذریعہ کا سہارا لئے ہی تیرے حریف کو بدلہ مل جائے گا ؛

جیسے طوفان اور بجلی آفتاب اور ستاروں اور سیاروں پر مطلق اثرانداز نہیں ہو سکتے - بلکہ وہ خود درختوں اور پتھروں سے ٹکرا ٹکرا کر چپ ہو جاتے ہیں - اسی طرح نقصان کا اثر عالی ظرفوں کے دل پر نہیں پڑتا - بلکہ وہ اُلٹ کر انہی لوگوں پر جا پڑتا ہے - جو انہیں نقصان پہنچانا چاہتے ہیں ؛

بدلہ لینے کی خواہش صرف وہی لوگ کرتے ہیں - جن کی روح حقیر ہوتی ہے - برعکس اس کے جن کی روح اعلےٰ اور عظیم ہوتی ہے - وہ اسے بے پرواہی کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں - اور اپنی برائی کرنے والے کی بھلائی کرتے ہیں ؛

تو بدلہ لینے کی خواہش کیوں کرتا ہے ؟ کس مقصد سے بدلہ لینے کا خیال تیرے دماغ میں ناچتا رہتا ہے ؟ اس سے کیا تو اپنے دشمن کو دکھ دینا تکلیف

پہنچانا چاہتا ہے؟ مگر یاد رکھ۔ دشمن کی تکلیف پہنچنے سے پیشتر تیرے ہی دل کو صدمہ ہوگا:۔

جس کے دل میں انتقام کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ جذبہ سب سے پہلے اسی کے دل کو تکلیف دیتا ہے۔ اور جس سے بدلہ لیا جاتا ہے۔ اس کے دل کا سکون و قرار برقرار رہتا ہے:۔

بدلہ لینے کی خواہش سے دل بیمار ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ بدلہ لینا مناسب نہیں۔ قدرت نے جذبۂ انتقام انسان کے لئے نہیں بنایا ہے۔ جس کو پہلے ہی بہت دکھ ہے۔ اس کو اور زیادہ دکھ کی کیا ضرورت ہے؟ یا دوسرے نے اگر دکھ کا بوجھ کسی شخص کے اوپر لاد دیا ہے۔ تو ہم اس میں اور اضافہ کیوں کریں؟

جو شخص بدلہ چکانے کا خواہشمند ہوتا ہے۔ اس کو پہلے کی تکلیف سے اطمینان نہیں ہوتا۔ اور اسی لئے گویا وہ اس سزا کا بھی اپنے تئیں حصّہ دار بنا لیتا ہے۔ جو اصل میں فریقِ ثانی کو ملنی چاہیئے تھی۔ محض اسی پر اکتفا نہیں۔ بلکہ وہ شخص جس سے وہ بدلہ چکانا چاہتا ہے۔ مزے اڑاتا ہے اور اس کے ایک اور نئے دکھ کو دیکھ کر ہنستا ہے:۔

جذبۂ انتقام نہایت تکلیف دہ ہوتا ہے۔ اور جب اسے عملی صورت دیتے ہیں۔ اس وقت وہ بیحد خوفناک ہو جاتا ہے۔ کلہاڑی پھینکنے والا جہاں اُسے پھینکنا چاہتا ہے۔ وہاں عموماً وہ نہیں گرتی۔ یہ بھی عین ممکن ہے۔ کہ وہ اچٹ کر پھینکنے والے کی ہی جان لے لے:۔

اسی طرح دشمن سے بدلہ لینے میں عموماً بدلہ لینے والے کی ہی جان خطرہ میں پڑ جاتی ہے۔ وہ اپنے مخالف کی ایک آنکھ پھوڑتے وقت اپنی دونوں

آنکھیں پھوڑ بیٹھتا ہے۔ اگر اس کی مقصد براری نہ ہوئی۔ تو وہ اس کے لئے افسوس کرتا ہے۔ اور اگر اس کا نشانہ ٹھیک بیٹھا۔ تو اس کے لئے متاسف بھی ہوتا ہے؛

اگر تیرے دشمن کی جان جاتی رہی۔ تو کیا اس سے تیرے بغض و عناد کا خاتمہ ہو جائے گا؟ کیا اُسے مار ڈالنے سے تجھے اطمینان نصیب ہو سکے گا؟ کیا تو اُسے دُکھ دینے کے لئے اُس کو ہرا کر چھوڑ دینا چاہتا ہے؟ ایسا کرنے سے کیا وہ موت کے وقت تیری عظمت کا قائل ہو گا؟ اور کیا اُسے تیرے غیض و غضب کا احساس ہو گا؟

بلاشک بدلہ لینے میں بدلہ لینے والے کی فتح ہونی چاہیئے اور جس نے اُسے نقصان پہنچایا ہے۔ اُسے یہ دکھلا دینا چاہیئے۔ کہ دیکھو میرا غصّہ بھڑکانے کا یہ نتیجہ ہے۔ اُسے اپنے کئے کی سزا بھگتنی چاہیئے اور اُس کے لئے اظہار تاسف کرنا چاہیئے؛

مگر اس کے باوجود بھی اس قسم کے انتقام کی تہ میں بھی غصہ ہی ہوتا ہے اور اس میں کوئی بات قابلِ فخر نہیں فخر کی بات تو یہ ہے۔ کہ فریق ثانی کو نقصان بھی نہ پہنچے اور تیرا کام بھی ہو جائے؛

بزدلی ہی ہم سے کشت و خون کراتی ہے۔ جو خون کرتا ہے وہ ڈرتا رہتا ہے۔ کہ اگر دشمن زندہ رہا۔ تو کہیں وہ مجھ سے بدلہ نہ لے۔ موت تمام جھگڑوں کا خاتمہ کر دیتی ہے۔ اس میں کوئی کلام نہیں۔ لیکن اس میں کوئی تعریف کی بات بھی نہیں ہے۔ یہ تو صرف اپنا بچاؤ کرنا ہے؛

کسی قصور یا خطا کے لئے بدلہ لینے سے زیادہ آسان اور کوئی چیز نہیں مگر ساتھ ہی اپنی خطا کرنے والے کو معاف کر دینے سے بہتر بھی اور کوئی کام

نہیں ہے ؛

من کے جیتے جیت ہے ۔ اپنے دل پر فتح پانے سے بڑھ کر کوئی دوسری فتح نہیں ہے ۔ اگر ایک آدمی تیری کوئی خطا کرے ۔ تو اُس کی طرف سے آنکھیں بند کر لینا ۔ اُسے دھیان میں نہ لانا ہی اس کا بہترین بدلہ ہے ؛

جب تو بدلہ لینے کا خیال کرتا ہے ۔ اُس وقت تو اس امر کا اقرار کرتا ہے ۔ کہ تجھے نقصان پہنچا ہے ۔ جب تو شکائیت کرتا ہے ۔ اُس وقت تو یہ قبول کرتا ہے کہ دشمن نے تجھے نقصان پہنچایا ہے ۔ ایسا کر کے کیا تو اپنے دشمن کے زور و طاقت کی تعریف کرنا چاہتا ہے ؟

جو معلوم نہ ہو ۔ وہ نقصان کیسا ؟ جو نقصان خیال میں نہیں لایا جا سکتا ۔ اس کا بدلہ کیسا ؟ نقصان کے برداشت کر لینے میں بے عزتی نہ سمجھ ۔ دشمن پر فتح پانے کا اس سے بہتر اور کوئی ذریعہ نہیں ہے ؛

جس نے تیرے ساتھ بدی کی ہے ۔ اگر تو اُس کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کر لے ۔ تو اُسے ضرور شرم محسوس ہو گی ۔ تیری روح کی عظمت سے خائف ہو کر وہ آئندہ تجھے نقصان پہنچانے کا خیال تک بھی دل میں نہ لائے گا ؛

جتنے زیادہ قصور کئے جائیں ۔ اتنی ہی زیادہ عفو اور درگزر کرنا بہترین کام ہے اور جس قدر انصاف بدلہ چکانے میں ہے ۔ اُس سے زیادہ انصاف اور بڑائی خطا کو بھول جانے میں ہے ۔ کیا تجھ کو خود اپنے ہی کاموں کے متعلق لبطور منصف کام کرنے کا حق حاصل ہے ؟ کیا تو خود ایک فریق ہوتے ہوئے فیصلہ سُنا سکتا ہے ؟ میرا یہ فعل مناسب ہے یا نامناسب ۔ خود ہی اس امر کا فیصلہ صادر کرنے سے پیشتر ذرا یہ تو دیکھ کہ اور لوگوں کی رائے میں تیرا یہ فیصلہ مناسب ہے یا غیر مناسب ؛

جو شخص بدلہ چکانا چاہتا ہے۔ وہ عام طور پر خوف زدہ ہوتا ہے۔ اسی لئے لوگ اس کی بے عزتی کرتے ہیں۔ مگر جس کے دل میں عفو اور رحم ہیں۔ اُس کی پرستش کی جاتی ہے۔ اس کے کاموں کی تعریف ہمیشہ کے لئے باقی رہ جاتی ہے۔ اور ساری دنیا بڑی محبت کے ساتھ اس کا نام لیتی ہے ؛

چوتھی فصل

بے رحمی۔ بغض و عناد

بدلہ لینا بُرا ہے۔ مگر بے رحمی اس سے بھی بُری ہے۔ بے رحمی میں بدلہ کی تمام برائیاں موجود ہیں اور اس میں خصوصیت یہ ہے۔ کہ اس کو مشتعل کرنے کے لئے کسی سبب کی موجودگی کی ضرورت نہیں پڑتی ؛

بے رحمی انسان کا طبعی خاصہ نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ اس کو ترک کر دیتے ہیں۔ اس سے اُن کو شرم محسوس ہوتی ہے۔ یہ پیدا کیونکر ہوئی ہے سنو۔ اس کے باپ کا نام خوف ہے۔ اور اس کی ماں کا نام مایوسی ہے اور وہ انہی دونوں کے تعلق سے پیدا ہوئی ہے ؛

بہادر آدمی مقابلہ کرنے والے دشمن پر تلوار اٹھاتا ہے۔ مگر اس کے پناہ لیتے ہی وہ اپنے ہتھیار رکھ دیتا ہے۔ پناہ گزیں کی جان لینے میں کیا خاک مردانگی ہے ؟ اس کو ذلیل کرنے میں تعریف کی بات ہی کیا ہے ؟ وہ تو خود ہی مر رہا ہے۔ مار کسی سرکش مزاج اور خود سر طبیعت والے کو۔

اور بجا منکسر مزاج اور حلیم الطبع کو۔ اور اس میں تیری فتح ہے اور تیری نیک نامی بھی اسی میں ہے ؛

اِس مقصد کی تکمیل کے لئے جو شخص اوصافِ حمیدہ سے متصف نہیں ہے۔ اور اس بلند مرتبہ پر پہنچنے کے لئے جو ہمت اور حوصلہ سے بہرہ ور نہیں ہے۔ وہ ہی کشت و خون کر کے فتح اور خون کی ندیاں بہا کر سلطنت اور حکومت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ جو سب سے ڈرتا ہے۔ وہ سب کو مارتا بھی ہے۔ ظالم ظلم کس لئے کرتے ہیں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ خوف ہراس میں مبتلا رہتے ہیں۔ جب تک کوئی جانور زندہ ہے۔ کُتا اس سے آنکھ نہیں ملا سکتا۔ مگر جو نہی اس کا دم نکلا۔ وہی کُتا اس کی نعش کو نوچ نوچ کر کھانا شروع کر دیتا ہے۔ مگر شکاری کُتا کسی جانور پر صرف اسی وقت وار کرتا ہے۔ جب تک وہ زندہ ہے۔ اُس کے مرنے کے بعد وہ اُسے کچھ نہیں کہتا ؛

اندرونِ ملک ہونے والی خانہ جنگیوں میں بہت کُشت و خون ہوتا ہے اِس کی وجہ یہ ہے۔ کہ لڑنے والے بڑے ڈرپوک ہوتے ہیں۔ وہ لوگ خفیہ سازشیں کرنے والے قاتل ہوتے ہیں۔ کیونکہ جب مرنے کا وقت آتا ہے۔ اس وقت وہ سب خاموش رہتے ہیں۔ اِس خیال سے کہ کہیں اُن کا راز فاش نہ ہو جائے۔ کیا وہ ڈرتے نہیں رہتے؟

اگر تو ظالم و سنگدل نہیں ہونا چاہتا۔ تو بغض و عناد کو اپنے دل میں جگہ نہ دے اور اگر تو چاہتا ہے۔ کہ بھوتوں میں تیرا شمار نہ ہو۔ تو حسد سے دور بھاگ ؛

ہر ایک شخص کو ہم دو پہلوؤں سے دیکھ سکتے ہیں۔ ایک نکتۂ نگاہ سے

تو وہ ہمیں بہت تکلیف دہ معلوم ہو سکتا ہے۔ اور دوسرے نکتہ نگاہ سے وہ ایسا نظر نہیں آتا۔ چنانچہ حتے الوسع اسی نکتہ نگاہ سے دیکھ جس سے وہ تجھے تکلیف دہ معلوم نہ ہو۔ اگر وہ تکلیف دہ معلوم نہ ہوگا۔ تو تو بھی اُسے تکلیف یا دکھ نہیں دے گا؛

ایسی کون سی بات ہے۔ جسے انسان اپنے لئے مفید وسودمند نہ بنا سکتا ہو؟ جس پر ہم کو زیادہ غصہ آتا ہے۔ اس سے بہ نسبت نفرت کے شکایت کرنے کا موقعہ زیادہ ہاتھ آتا ہے؛

اس کے خلاف ہم لب شکایت وا کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہمارا میل جول ہو سکتا ہے؛

مگر جو شخص ہماری ہتک کرتا ہے۔ اس کو مار ڈالنے کے سوا ہمیں اور کسی طرح بھی اطمینان حاصل نہیں ہو سکتا؛

اگر کوئی شخص تیرے فائدہ یا نفع کی راہ میں حائل ہو۔ تو غصہ سے بھبک نہ اُٹھ۔ ایسا کرنے سے تیری عقل زائل ہو جائے گی۔ اور تیری عقل اُس فائدہ یا نفع کے مقابلہ میں بہت زیادہ قیمت رکھتی ہے۔ اگر کوئی شخص تیری پگڑی چرا لے جائے۔ تو کیا تو اپنا کوٹ بھی پھاڑ ڈالے گا؟

جب تو کسی کے بلند مراتب دیکھ کر جلتا ہے۔ جب دوسروں کی ترقی و عظمت دیکھ کر تیرے کلیجے میں کسک ہونے لگتی ہے۔ اس وقت یہ سوچ۔ کہ انہیں یہ تمام چیزیں کیونکر ملیں۔ جب تجھے یہ معلوم ہو جائے گا۔ اس وقت تیرا حسد رحم سے تبدیل ہو جائے گا؛

اگر جاہ و حشمت۔ بلند مرتبہ یا خطاب تجھے بھی اس قیمت پر دیا جائے تب

اگر تو دانا ہے۔ تو اسے لینے سے ضرور انکار کر دے گا۔ خطابات کی قیمت کیا ہے؟ چاپلوسی۔ اِس صورت میں خطاب عطا کرنے والے کا غلام بنے بغیر انسان خطابات (یا جاہ و ثروت) کیونکر حاصل کر سکتا ہے؟

دوسروں کی آزادی چھین لینے کے لئے کیا تو اپنی آزادی کو کھو دیگا؟ یا اگر کسی نے ایسا کیا ہو۔ تو تو اُسے حسد یا رشک کی نگاہ سے دیکھے گا؟

جس چیز کو تو خود اپنے لئے قبول نہیں کرنا چاہتا۔ اُس کے مالک کو تو حسد کی نگاہ سے نہیں دیکھتا۔ تب پھر جس سبب سے یہ دل کی جلن یا ڈاہ پیدا ہوتا ہے۔ اس کا حسد کیوں کرتا ہے؟

اگر تجھے اوصافِ حمیدہ کی قیمت معلوم ہوتی۔ تو کیا تجھے ان لوگوں کی قسمت پر افسوس نہ ہوتا جنہوں نے اس قدر ذلت اور کمینہ پن سے نیک اوصاف سے ہاتھ دھو کر دنیا کی عزت خریدی ہے؟

جب تجھے اپنے دل میں دکھ مانے بغیر دوسروں کی ترقی۔ بڑائی اور بہبودی کا حال سننے کی مشق ہو جائے گی۔ اس وقت اس کے سکھ کا حال سُن کر تجھ کو حقیقی مسرت حاصل ہوا کرے گی۔ جب تو دیکھے گا۔ کہ دنیا کی اچھی اچھی چیزیں صرف انہی کو ملتی ہیں۔ جو اُن کے اہل ہوں۔ اس وقت تیرے دل کو صبر و اطمینان حاصل ہو جائے گا۔ کیونکہ ایک صاحبِ علم و عقل کی ترقی دیکھ کر دوسرے صاحبِ علم و عقل کو خوشی اور راحت حاصل ہوتی ہے۔

جو شخص دوسرے کے سُکھ کو دیکھ کر سکھی ہوتا ہے۔ وہ گویا اپنے ہی سُکھ میں اضافہ کرتا ہے۔

پانچویں فصل

غم و الم

خوش مزاج آدمی کو دیکھ کر رنجیدہ و غمگین آدمی کے لبوں پر مسکراہٹ نمودار ہو سکتی ہے۔ مگر جو شخص اُداس ہو۔ اس کی اُداسی اور پژمردگی کو دیکھ کر خوش مزاج کی خوش مزاجی بھی غائب ہو جاتی ہے؛

اس اُداسی اور پژمردگی کا آخر سبب کیا ہے؟ روحانی کمزوری۔ وہ بڑھتی کیونکر ہے؟ ہمت و حوصلہ کی کمی کے باعث۔ اس کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہ۔ وہ تجھے نقصان پہنچائے بغیر خود بخود دور بھاگ جائے گی۔ وہ کل بنی نوع انسان کی دشمن ہے۔ اس لئے اُسے اپنے دل کے مندر سے نکال دے۔ وہ تیری زندگی کی مسرتوں اور راحتوں کو زہر کھلا کر ہلاک کر ڈالنے والی ہے۔ پس اُسے اپنے گھر میں نہ گھسنے دے؛

اگر ایک ذرا سے تنکے کا بھی نقصان ہو۔ تو رات دن اُداس اور پژمردہ رہنے والے آدمی کو یہ محسوس ہوتا ہے۔ کہ اس کا تمام زر و مال برباد ہو گیا ہے کل ملکیت ہاتھ سے جاتی رہی! اداسی تیری روح کو ذرا ذرا سی باتوں پر پریشان اور بے چین کر دیتی ہے اور اہم باتوں کی طرف اُسے راغب ہی نہیں ہونے دیتی؛

وہ تیرے اوصاف اور قابلیتوں پر کاہلی کا پردہ ڈال دیتی ہے۔ وہ ان کی قابلیتوں اور اوصاف کو سب کی نظروں سے نہاں کر دیتی ہے۔

جن کی بدولت لوگ تیرا ادب و احترام کرتے۔ وہ انہیں دبا دیتی ہے۔ اس وقت تیرا فرض یہ ہے۔ کہ انہیں از سر نو ظاہر کرے۔ نشوونما دے ؛

وہ برائیوں اور خرابیوں کو تیرے لئے مدعو کرتی ہے۔ وہ تیرے ہاتھوں کو باندھ دیتی ہے۔ اگر تو چاہتا ہے۔ کہ تیرے اندر بزدلی نہ رہے۔ اگر تو چاہتا ہے۔ کہ کمینہ پن تجھ میں سے نکل جائے۔ اگر تیری یہ خواہش ہے۔ کہ بے انصافی اور ظلم کو تیرے دل میں جگہ نہ ملے۔ تو اُداسی۔ پژمردگی کا شکار نہ بن ؛

خیال رہے کہ کہیں دانائی کے بھیس میں وہ تجھے دھوکا نہ دے جائے۔ مذہب تیرے خالق و مالک کی تعریف کرتا ہے۔ اِس لئے احتیاط رکھ۔ اُس پر پژمردگی کا سایہ نہ پڑے۔ تو صرف اسی صورت میں خوش مزاج رہ سکتا ہے۔ جب حوصلہ کے ساتھ اور خوش خوش بسر کرے پس اداس اور غمگین رہنا چھوڑ دے ؛

انسان دکھی کیوں ہو؟ وہ خوشی منانا کس لئے چھوڑ دے۔ جب کہ اُس کے تمام اسباب اس کے اندر موجود ہیں؟ کیا اداس اور غمگین ہونا دکھ مول لینا نہیں ہے؟

جیسے کرایہ پر بلائے ہوئے ماتم کرنے والے غمگین نظر آتے ہیں۔ یا پیسے ملنے کی وجہ سے جیسے لوگ آنسو بہانے لگتے ہیں۔ اسی طرح بہت سے لوگ اُداسی یا پژمردگی کی وجہ سے رونے لگتے ہیں ——— اگرچہ اس اُداسی کی کوئی وجہ نہیں ہوتی ؛

کسی خاص چیز سے دکھ ہوتا ہے۔ یہ بات نہیں ہے۔ کیونکہ یہ عموماً دیکھا جاتا ہے۔ کہ جس چیز سے ایک شخص کو دُکھ ہوتا ہے۔ اُسی سے دوسرے کو سُکھ حاصل ہوتا ہے ؛

کسی سے ذرا پوچھ کر تو دیکھ۔ کہ کیوں بھائی! رنج وغم کرنے سے کیا تمہاری حالت سدھر جاتی ہے۔ وہ کہے گا کہ نہیں۔ رنج وغم کا شکار بننا نادانی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ وہ اس شخص کی تعریف کرے گا۔ جو اپنے خطرات ومصائب کو ہمت وحوصلہ اور صبر وشکیب کے ساتھ برداشت کر لیتا ہے۔ مگر جب اپنی باری آتی ہے۔ تو وہ دیوانہ بن جاتا ہے۔ کتنے افسوس کا مقام ہے! ایسے لوگوں کو چاہیئے۔ کہ ان آدمیوں کی تقلید کریں۔ جن کی وہ تعریف کرتے ہیں؛

رنج وغم کرنا قوانین قدرت کے خلاف ہے۔ کیونکہ یہ قدرت کے کاموں میں رخنہ انداز ہوتا ہے۔ قدرت جس چیز کو دلکش بناتی ہے۔ رنج وغم اُسے روکھا پھیکا اور غیر دلکش بنا دیتا ہے؛

جیسے غضب ناک طوفان کے سامنے درخت گر پڑتا ہے۔ اور پھر اُٹھنے کی ہمت نہیں کرتا۔ اسی طرح اُس آدمی کا دِل جس کی رُوح کمزور اور ناتواں ہو۔ غم کے بوجھ سے جُھک جاتا ہے۔ اور پھر نہیں اٹھتا؛

جیسے پہاڑوں پر سے نیچے آنے والا پانی برف کو بھی اپنے ساتھ بہا کر نیچے لے آتا ہے۔ اُسی طرح رخساروں کا حُسن وجمال آنسوؤں سے ڈھل جاتا ہے۔ نہ پہاڑوں کی وہ برف واپس آسکتی ہے۔ اور نہ وہ حُسن وجمال ہی پھر لوٹ کر اپنی جگہ آسکتا ہے؛

تیزاب میں موتی ڈالو۔ تو پہلے اس کا رنگ دھوئیں کا سا ہو جاتا ہے۔ اور اس کے بعد وہ گل جاتا ہے۔ اسی طرح غمگینی اور اُداسی شروع ہی سے آدمی پر اپنا عمل شروع کر دیتی ہے۔ اور پھر کچھ دیر بعد اُسے ہڑپ کر جاتی ہے؛

سڑکوں پر اور آرام گاہوں میں بھی تجھے اداسی نظر آئے گی۔ وہ کون سا

مقام ہے۔ جہاں یہ موجود نہ پائی جاتی ہو؟ لیکن اس سے بچ کر نکل بھاگنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ کم ازکم یہ تو انسان کے ہاتھ میں ہے۔ ذرا دیکھو تو سہی۔ کہ اُداس اور غمگین آدمی اس پھول کی مانند جس کی جڑ کاٹ ڈالی گئی ہو۔ کس طرح سر جھکائے رہتا ہے! وہ کس طرح اپنی آنکھیں زمین کی طرف گاڑے رہتا ہے۔ مگر ایسی حالتوں سے سوائے رونے کے اور فائدہ ہی کیا ہے؟

کیا کبھی اُداس آدمی کا مُنہ کھلتا ہے؟ کیا اس کے دل میں کبھی سوسائٹی کے لئے محبّت پیدا ہوتی ہے؟ کیا اُس کی نیک وبد میں تمیز کرنے کی قوّت اپنا فرض انجام دیتی ہے؟ نہیں۔ اُس سے پوچھ۔ کہ آخر اس کی وجہ؟ تو وہ جواب دے گا۔ کہ کچھ نہیں۔ اُس سے دریافت کر۔ کہ بھائی! یہ اُداسی اور غم کی گھٹا کیسے آئی؟ تو کہے گا۔ یُونہی۔ اس کا کوئی خاص سبب نہیں ہے:

خدا نے بڑے رحم وکرم سے انسان کو پیدا کیا ہے۔ اگر اُسے یہ منظور نہ ہوتا کہ تو خوش رہے۔ اور تجھ کو سُکھ حاصل ہو۔ تو وہ تجھے پیدا ہی کیوں کرتا؟ تو اُس کے قوانین کی خلاف ورزی کرنے کی کوشش کس لئے کرتا ہے؟

جب تک تو بے عیب ہے اور بے حد خوش اور سُکھ سے ہے۔ اس وقت تک گویا تو اپنے خالق و مالک کی بڑی عزّت کر رہا ہے۔ مگر جس وقت تو اپنے تئیں غیر مطمئن اور ناخوش ظاہر کرتا ہے۔ اس وقت گویا تو اپنے خالق کو بے قدری اور لاپرواہی کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ کیا اُس نے دُنیا جہاں کی تمام چیزوں کو تغیّر پذیر نہیں بنایا ہے؟ جب ہر ایک چیز میں تغیّر وتبدّل ہوتا رہتا ہے۔ تو پھر ناحق غم کیوں کرتا ہے؟

اگر ہم قوانین قدرت کا علم رکھتے ہیں۔ تو پھر شکائیت کیوں کرتے ہیں؟ اگر ہم اُن سے بے خبر ہیں۔ تو پھر سوائے اپنی بے بصری کے الزام کس کے

مانتھے مڑھیں؟

دُنیا کے قوانین تُو نہیں بنا سکتا۔ تیرا فرض مقدم یہی ہے۔ کہ جس شکل میں وہ تیرے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ اسی شکل میں ان کے مطابق عمل کرے اُن کا پابند رہے۔ اگر وہ موجبِ تکلیف ہیں۔ تو غم والم میں مبتلا ہو کر تو خود اپنے دکھ کو زیادہ بڑھا رہا ہے ؛

بیرونی ترغیبوں میں نہ پھنس۔ اور نہ یہ خیال کر۔ کہ رنج وغم سے بدقسمتی کا گھاؤ بھر جاتا ہے۔ غم والم بجائے دوا کے زہر قاتل کا کام کرتا ہے۔ وہ کہتا تو یہ ہے۔ کہ میں تیرے سینے میں سے تیر نکال رہا ہوں۔ مگر برعکس اس کے وہ اُسے دل میں اور زیادہ پیوست کرتا جاتا ہے ؛

اُداسی اور پژمردگی کے سبب تیرے اور تیرے دوست کے درمیان اَن بن ہو جاتی ہے۔ اسی وجہ سے تو کُھل کر بات چیت نہیں کر سکتا۔ کونے میں منہ چھپائے پڑا رہتا ہے۔ لوگوں کے سامنے آنے سے جھینپتا ہے۔ بدنصیبی کی چوٹیں اور وار سہنا تیرا طبعی خاصہ یا فرض نہیں ہے۔ اور نہ تیری عقل تجھ سے کہتی ہے۔ کہ تو ایسا کر۔ مگر ہاں مردانہ وار مصیبتوں کا مقابلہ کرنا تیرا سب سے بڑا قدرتی فرض ہے۔ اور ساتھ ہی یہ محسوس کرنا بھی تیرا فرض ہے۔ کہ یہ مردانگی۔ بہادری۔ جرأت مجھ میں موجود ہے ؛

اشک آنکھوں سے ٹپک پڑیں تو خیر اکچھ مضائقہ نہیں۔ مگر اوصاف پسندیدہ سے ہاتھ نہ دھونے پڑیں۔ آنسو بہانے کے لئے وجہ ہو سکتی ہے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی یاد رہے۔ کہ زیادہ آنسو نہ بہنے پائیں ؛

آنسوؤں کے سیلاب سے یہ پتہ نہیں لگ سکتا۔ کہ غم کتنا ہے۔ جیسے حد درجہ کی خوشی کسی کو معلوم نہیں ہوتی۔ اسی طرح حد درجہ کا غم بھی کسی کو

نہیں معلوم ہو سکتا ؛

روح کو کمزور کون بناتا ہے ؟ اُس کا حوصلہ کون چھین لیتا ہے ؟ بڑے بڑے کاموں میں کون رخنہ انداز ہوتا ہے ؟ اور اوصافِ حمیدہ کس کے ہاتھوں ملیا میٹ ہو جاتے ہیں ؟ ان تمام باتوں کا جواب صرف ایک لفظ میں دیا جا سکتا ہے اور وہ ایک لفظ "غم" ہے ؛

پس جس غم سے ذرا بھی فایدہ پہنچنے کا امکان نہیں ۔ اُس کے پنجے میں کیوں پھنستا ہے ؟ اور جس چیز کی جڑ ہی خراب ہے ۔ اُس کی خاطر اعلےٰ تریں ذرایع کو کس لئے قربان کرتا ہے ؟

حصّہ چہارم

پہلی فصل

شرافت اور عزّت

شرافت کا مسکن روح کے سوا اور کہیں نہیں ہے اور نہ اعلےٰ اوصاف کے بغیر کوئی عزّت حاصل کر سکتا ہے۔ پالیسی اور چال بازی سے ہم بادشاہوں کے منظورِ نظر بن سکتے ہیں۔ روپیہ خرچ کر کے بڑے بڑے عہدے اور خطابات حاصل کر سکتے ہیں۔ مگر جو عزّت ان ذرائع کی مدد سے حاصل کی جاتی ہے۔ وہ سچی عزّت نہیں کہلاتی۔ انسان بُرے کام کر کے صاحبِ جاہ وجلال نہیں ہو سکتا اور نہ روپیہ خرچ کر کے خاندانی یا شریف بن سکتا ہے ؛

جب کسی شخص کو اس کے اعلےٰ اوصاف کے لئے خطابات عطا کئے جاتے ہیں۔ حُبِ وطن کی بے غرضانہ اور سچی خدمت کرنے کے باعث اِس کی ہر جگہ عزّت اور تعریف ہوتی ہے۔ صرف اسی حالت میں عزّت عطا کرنے اور پانے والے دونوں کی عزّت افزائی ہوتی ہے اور دُنیا کو بھی فایدہ پہنچتا ہے ؛

اب ذرا بتا تو سہی۔ کہ تو عزت و شہرت کس طرح حاصل کرنا چاہتا ہے۔ چالاکی یا چال بازی سے یا نیک اوصاف کی مدد سے؟

جب کسی بہادر آدمی کی اولاد اُس کے اوصاف کو بھی ورثہ میں پاتی ہے۔ صرف اُسی صورت میں اس کی بڑائی اور خطابات اس کو زیب دیتے ہیں۔ لیکن جب خطاب یافتہ آدمی نالائق اور غیر خطاب یافتہ آدمی لائق اور قابل ہو۔ تو کیا اس وقت پبلک خطاب یافتہ آدمی کو عزت کی نگاہ سے دیکھے گی؟

اِس میں کلام نہیں۔ موروثی اور خاندانی عزت سب سے اچھی سمجھی جاتی ہے۔ لیکن لوگ تعریف اسی شخص کی کرتے ہیں۔ جس نے وہ عزت سب سے پہلے حاصل کی تھی۔ جس شخص میں خود تو کوئی عمدہ وصف موجود نہیں ہے۔ مگر یہ خواہش کرتا ہے۔ کہ اس کے آباؤ اجداد کے کئے ہوئے نیک اعمال کی بنا پر لوگ اس کی عزت کریں۔ تو وہ چور کی مانند ہے۔ جو چوری کر کے خانہ خدا میں پناہ لینے کی کوشش کرتا ہے۔ تاکہ اس کے جملہ عیوب پر پردہ پڑ جائے۔

اگر اندھے آدمی کے والدین آنکھوں سے دیکھ سکتے تھے۔ تو اُس سے اُسے کیا حاصل؟ اگر گونگے کے آباؤ اجداد صاف صاف بات چیت کر سکتے تھے۔ تو اُس سے گونگے کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے؟ اسی طرح اگر ایک کمینہ خصلت انسان کے باپ دادا شریف گزرے ہوں۔ تو اس پر اُسے کیا فخر ہو سکتا ہے؟ اس سے اُس کی عزت میں کیونکر اضافہ ہو سکتا ہے؟

سچی عزت اس شخص کے حصے میں آئے گی۔ جس کا دل اچھی باتوں کی طرف راغب ہے۔ خواہ وہ خطابات سے مزین نہ ہو۔ کہ لوگ اُس کی عزت ضرور کریں گے۔ اور ایسا کرکے خود بھی اپنی عزت بڑھائیں گے۔

جیسے سایہ اصل چیز کا تعاقب کرتا ہے۔ اُسی طرح سچی عزت اعلےٰ اوصاف

کے پیچھے پیچھے چلتی ہے ؎

یہ مت خیال کر۔ کہ غیر معمولی جرأت یا ہمّت کے کام کرنے یا زندگی کو خطرے میں ڈالنے سے عزت حاصل ہوتی ہے۔ عزّت کچھ کام سے نہیں ملتی۔ اُس کے حصول کا انحصار کام کرنے کے طریقہ پر ہے ؎

قومی جہاز کو سنبھالنے کی ذمہ واری سب کے کندھوں پر نہیں ہوتی۔ اسی طرح ہر شخص کو افواج کا سپہ سالار بھی نہیں بنا سکتے۔ چنانچہ مناسب یہی ہے کہ جو کام تجھے سونپا گیا ہے۔ اُسے دل وجان سے انجام دے۔ لوگ خود بخود تیری تعریف کرنا شروع کر دیں گے ؎

عزّت حاصل کرنے کے لئے بڑی بڑی مشکلات پر فتح پانی ہوگی اور سخت ترین تکلیفوں کا مقابلہ کرنا پڑے گا ؎

اِس قسم کی باتیں کہنے کی کیا ضرورت ہے؟ جو عورت اپنے خاوند کی سچے دل سے خدمت گزار۔ وفاشعار۔ پاکیزہ چلن اور عصمت کی دیوی ہوتی ہے۔ کیا اُس کی تعریف خود بخود نہیں ہو جاتی؟ جو شخص ایماندار ہے۔ کیا خود بخود ہر جگہ اس کی عزت نہیں ہوتی؟

شہرت کی خواہش بہت زبردست ہوتی ہے۔ اسی طرح عزت کی خواہش بھی بڑی زبردست ہوتی ہے۔ جس نے یہ خواہشات ہمارے اندر پیدا کی ہیں۔ ایک اعلےٰ مقصد اُس کے پیشِ نظر تھا۔ جس وقت سوسائٹی کے شود و بہبود کی خاطر کوئی بڑی جرأت یا ہمّت کا کام انجام دینے کی ضرورت درپیش ہوتی ہے۔ جب وطن کی بھلائی کے یگیہ میں جانِ عزیز کی آہوتی دینے کی ضرورت آ پڑتی ہے۔ اس وقت اعلےٰ خواہش کے سوا اور کونسی چیز ہے۔ جو عمدہ اوصاف کو مشتعل کر کے جوش میں لا سکتی ہے؟

بڑے آدمیوں کو کورے خطابات سے خوشی حاصل نہیں ہوتی۔ اُنہیں ہوتی ہے اِس امر کی تحقیقات سے۔ کہ وہ ان خطابات کے اہل بھی ہیں یا نہیں ؛

جس شخص میں اعلےٰ خواہش ہوگی۔ وہ بھیڑ بھاڑ میں سب سے آگے رہیگا۔ آگے کو ٹھیلتا چلیگا۔ مگر پیچھے کی طرف پلٹ کر کبھی نہ دیکھے گا۔ ہزاروں آدمیوں پر فتح پانے سے اُسے اس قدر خوشی حاصل نہ ہوگی۔ جتنا افسوس ایک بھی اپنے سے زیادہ قابل شخص کو دیکھ کر ہوگا ؛

اعلےٰ خواہش کا بیج ہر ایک آدمی کے اندر موجود ہوتا ہے۔ مگر سب کو اُسے نشوونما دینے کا موقعہ نہیں مل سکتا۔ بعض جگہ اُسے خوف دبا دیتا ہے۔ اور بعض موقعوں پر اُسے عاجزی اور انکسار کے آگے ہار ماننی پڑتی ہے۔ اعلےٰ خواہش روح کا اندرونی لباس ہے۔ جس وقت مادی جسم کے ساتھ روح کا تعلق ہوتا ہے۔ اُسی وقت یہ بھی معرضِ ظہور میں آتی ہے۔ اور جسم وجان کی جدائی ہونے سے پیشتر ہی اِس کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اگر تو اِس اعلےٰ خواہش کا مناسب استعمال کرے گا تو تیرا احترام کیا جائے گا اور اگر اس کا برا استعمال کریگا تو تیری بدنامی ہوگی اور تیرے سر پر تباہی آئے بغیر نہ رہے گی ؛

دغابازوں کے دل کی اندرونی تہ میں جو اونچی خواہش نہاں رہتی ہے اُس کی آڑ میں ریاکاری ہوتی ہے۔ دغاباز آدمی چالبازی اور دھوکہ دہی سے اپنی عزت بڑھاتا ہے۔ لیکن آخرکار لوگ اس کی اصلیت کو تاڑ جاتے ہیں ؛

جو شخص درحقیقت اعلےٰ اوصاف سے متصف ہے۔ وہ اعلےٰ اوصاف کو اعلےٰ اوصاف سمجھ کر ہی اُنہیں عزیز رکھتا ہے۔ اور اُس جھوٹی اعلےٰ

خواہش سے نفرت کرتا ہے۔ جس کی تہ میں صرف تعریف کام کرتی ہو۔ اگر نیک آدمی دوسروں کی تعریف سے خوش ہو سکتا۔ تو اس کی حالت کس قدر افسوسناک ہوتی؟ مگر یہ بات نہیں ہے۔ وہ ثمر پانے کی خواہش نہیں کرتا اور جس قدر قابلیت اس میں ہے۔ اُس سے زیادہ انعام نہیں چاہتا ؏

آفتاب جوں جوں بلند ہوتا ہے۔ سایہ گھٹتا جاتا ہے۔ اسی طرح آدمی میں جتنے زیادہ اعلےٰ اوصاف ہوتے ہیں۔ اُس کی تعریف اور شہرت کی بھوک اتنی ہی کم ہوتی ہے۔ پھر بھی وہ شخص اپنی قابلیت کے موافق جس قدر تعریف اور شہرت کا مستحق ہوتا ہے۔ اتنی عزت و شہرت اُسے ضرور ملتی ہے ؏

شہرت سایہ کی مانند اپنا تعاقب کرنے والے سے دُور بھاگتی ہے مگر جو شخص اُس کی طرف سے مُنہ موڑ لیتا ہے۔ وہ اُس کے پیچھے پیچھے لگی پھرتی ہے ؏

اگر تو اعلےٰ اوصاف سے بے بہرہ ہے اور پھر بھی شہرت کا طلبگار ہے تو یاد رکھ۔ تجھے اس سے محروم رہنا پڑے گا۔ لیکن اگر تجھ میں اوصافِ پسندیدہ اور خصائل حمیدہ موجود ہیں۔ اُس صورت میں خواہ تو ایک کونے میں چھپا بیٹھا رہے۔ وہ خود بخود تجھے تلاش کر لے گی۔ اور تیرا ساتھ کبھی نہیں چھوڑے گی ؏

پس وہی طرزِ عمل اختیار کر جس سے شہرت اور نیک نامی حاصل ہو۔ صرف وہی کام کر۔ جو مناسب اور منصفانہ ہوں۔ اِس سے تیرے دِل کو اطمینان حاصل ہو گا۔ اور اس سے تجھے جو عجیب و غریب مسرت حاصل ہو گی

وہ اس خوشی سے بدرجہا بہتر ہوگی ۔ جو اُن لاکھوں آدمیوں کی جھوٹی تعریف سُننے سے ہو سکتی ہے ۔ جو تیری اصلی قابلیت کا حال نہیں جانتے ؛

دوسری فصل

علم اور مذہب

اپنے خالق و مالک کی بنائی ہوئی تمام چیزوں کا غور سے مطالعہ کرنا ہی انسان کا مقدم فرض ہے ۔ جسے قدرت کی ہر ایک بات سے خوشی حاصل ہوتی ہے ۔ اُسے خدا کی ہستی میں ہرگز کچھ شک نہیں ہو سکتا ۔ وہ انہی اشیاء سے خوش ہوتا ہُوا اُس کی عبادت کرتا ہے ؛

اُس کا دل ہر وقت خدا کی طرف لگا رہتا ہے اور اُس کی زندگی عقیدت مندی سے پُر ہوتی ہے ۔ جب وہ آنکھ اُٹھا کر اوپر کی طرف دیکھتا ہے ۔ تو کیا اُسے آسمان پر معجزات ہی معجزات نہیں نظر آتے ؟ اور جب وہ زمین کی طرف دیکھتا ہے ۔ تو کیا ننھے ننھے کیڑے مکوڑے اُس سے یہ اشارہ کرتے نہیں دکھائی دیتے ۔ کہ خدا کے سوا ہمیں کون بنا سکتا ہے ؟

تمام ستارے اور سیارے اپنے اپنے مقررہ راستے پر چلتے ہیں ۔ آفتاب اپنی جگہ قائم رہتا ہے ۔ دُم دار تارا کُرّہ ہوائی میں پھر پھرا کر پھر اپنی جگہ واپس آجاتا ہے ۔ اے انسان ! خدا کے سوائے اِنہیں اور کون بنا سکتا ہے ؟ سوائے اُس قادرِ مُطلق کے انہیں قاعدہ کی پابندی کی زنجیر سے کون

جکڑ سکتا ہے ؟

آہا! یہ ستارے اور سیاّرے کس قدر روشن ہیں۔ یہ کس طرح جگمگ۔ جگمگ کرتے ہیں۔ مگر ان کی چمک ذرا بھی کم نہیں ہوتی۔ یہ کتنی تیزی سے گھومتے ہیں۔ لیکن پھر بھی ایک دوسرے سے نہیں ٹکراتے!

ذرا زمین کی طرف دیکھ اور عالمِ نباتات پر غور کر۔ زمین کے پیٹ کا معائنہ کر اور دیکھ کہ اس کے اندر کیا کیا ہے۔ کیا ان تمام باتوں سے خدا کی قدرت۔ طاقت اور کاری گری کا اظہار نہیں ہوتا ؟

گھاس کون پیدا کرتا ہے ؟ اُسے وقتاً فوقتاً کون سینچا رہتا ہے ؟ بیل اُسے کھاتے ہیں۔ گھوڑے اور گائیں اس سے پیٹ بھرتی ہیں۔ بھیڑوں اور بکریوں کو گھاس پات کون دیتا ہے ؟

بوئے ہوئے اناج کو کون بڑھاتا ہے ؟ ایک مٹھّی دانوں سے سو مٹھّی دانے کون پیدا کرتا ہے ؟ انگور۔ زیتون وغیرہ پھلوں کو ہر ایک موسم میں کون پکاتا ہے ؟

بے بضاعت مکھّی کیا خود بخود پیدا ہو گئی ؟ کیا تو اپنے تئیں خدا سمجھتا ہے ؟ اگر تیرا یہ خیال ہے۔ تو ذرا تُو بھی تو اُس کی طرح مکھّیاں پیدا کر کے دِکھا ؛

حیوان سمجھتے ہیں۔ کہ وہ زندہ ہیں۔ مگر وہ اس پر تعجّب نہیں کرتے ہیں زندہ رہنے میں خوشی حاصل ہوتی ہے۔ مگر وہ یہ نہیں سمجھتے۔ کہ ایک روز اس زندگی کا خاتمہ بھی ضرور ہو گا۔ تمام جاندار زمانہ قدیم سے اپنا اپنا کام کرتے چلے آتے ہیں۔ اور ہزاروں پُشتیں گزر جاتی ہیں۔ مگر کوئی نسل معدُوم نہیں ہوتی ؛

خدا کی قدرت جو چھوٹی چھوٹی باتوں میں نظر آتی ہے۔ وہی بڑی باتوں میں بھی دیکھنے میں آتی ہے۔ تیرا فرض ہے۔ کہ تو اپنی آنکھوں کو اس کے جاننے میں لگا۔ اور دماغ کو اس کے معجزات کی تحقیقات و تجسس میں مصروف کر ؛

ہر ایک چیز کی بناوٹ سے خدا کی طاقت اور اس کے رحم و کرم کا اظہار ہوتا ہے۔ ہر چیز سے اس کی نیکی ٹپکتی ہے ؛

دنیا میں ہر ایک جاندار کو سکھ اور راحت کے حصول کے لئے جُدا جُدا ذرائع حاصل ہیں۔ وہ ایک دوسرے کو حسد کی نگاہ سے نہیں دیکھتے ؛

اب تو ہی بتا۔ کہ کتابوں کے لکھے لکھے الفاظ میں علم یا گیان ہے۔ یا خدا کی بنائی ہوئی اشیاء کے مطالعہ میں۔ اس کا جواب ضرور یہی دیا جائے گا۔ کہ نیچر (قدرت) کے حُسن کے مطالعہ میں جس قدر علم بھرا پڑا ہے۔ اتنا دیگر اشیاء میں نہیں ہے ؛

جب تو نے مکان بنا لیا ہے۔ تو اس کے استعمال کا طریقہ سیکھ لے مادر گیتی جتنی اشیاء پیدا کرتی ہے۔ وہ سب تیرے ہی سود و بہبود کے لئے ہیں۔ غلّہ تیرے کھانے کے لئے اور جڑی بوٹیاں تیرے امراض کے دفعیہ کے لئے پیدا کی گئی ہیں ؛

ذرا سوچ کر بتا تو سہی۔ کہ ہوشیار کون ہے ؟ کیا وہ نہیں۔ جو خدا کی مخلوقات کا علم رکھتا ہے ؟ بے شک ! اور دانا کون ہے ؟ جو اُس پر غور کرتا ہے ؛

جو علم سب سے زیادہ مُفید ہے۔ اور جس کے مطالعہ سے غرور پیدا ہونے

کا بھی احتمال نہیں ہے - تیرا فرض ہے - کہ پہلے تو خود اس کا مطالعہ کرے اور اِس کے بعد وہ علم اپنے ہمسایوں کو سکھائے - تا کہ ان کا بھی بھلا ہو ؛

جینا اور مرنا - حکومت کرنا اور حکم بجالانا - کام کرنا اور اس کا ثمر پانا وغیرہ وغیرہ باتوں کی طرف بھی تیری توجہ مبذول ہونی چاہیئے نیتی یہ تمام باتیں تجھے سکھادیگی اور

شاہراہِ زندگی

اس کام میں تیری رہنما اور مددگار ثابت ہو گی ! ؛

یاد رکھ یہ سب باتیں تیرے صفحۂ دل پر منقش ہیں - ضرورت صرف اتنی ہی ہے - کہ تجھے یہ یاد آتی رہیں - یاد آوری بھی کوئی مشکل کام نہیں ہے - اپنی توجہ کو جما - طبیعت کو یکسو کر - اور وہ سب باتیں تجھے یاد آجائیں گی ؛

باقی تمام شاستر بیکار و لاحاصل ہیں - باقی تمام علم فرضی اور مبنی بر وہم وگمان ہے - حیاتِ انسانی کے لئے وہ چنداں ضروری نہیں - اُن سے انسان کچھ زیادہ ایماندار اور نیک نہیں بن سکتا ؛

خدا کی عبادت اور عقیدت اور بنی نوع انسان سے محبت - کیا یہ ہی تیرے مقدم فرائض نہیں ہیں ؟ اُس کی کائنات کا مطالعہ کئے بغیر خدا پر تیری عقیدت کیونکر پیدا ہو سکتی ہے ؟ اور جب تک تجھے اس بات کا علم نہ ہو - کہ تم سب کسی ایک ہی طاقت کے بس میں ہو - سب کے سب اسی طاقت کے دستِ نگر ہو اس وقت تک تو اپنے بھائیوں ——— بنی نوع انسان ——— سے بھی کیونکر محبت کر سکتا ہے ؛

حصّہ پنجم

پہلی فصل

خوشحالی اور بدحالی

خوشحالی اور ترقّی کے زمانے میں اس قدر خوشی نہ منا۔ کہ جامے میں پھُولا نہ سمائے۔ مناسب حدود سے کبھی تجاوز نہ کر۔ اور جب مُصیبت اور تکلیف کا وقت آئے۔ تو اپنی روح کو غم و الم کے گڑھے میں نہ دھکیل۔ زمانہ راحت کی مسرّت دائیم قایم رہنے والی چیز نہیں ہے۔ اِس لئے اس پر بھروسہ یا اعتبار نہ کر۔ اور مُصیبت کا زمانہ بھی ہمیشہ نہیں رہتا۔ گردشِ ایّام کی نگاہِ قہر بھی ہمیشہ رہنے والی چیز نہیں۔ اس لئے گھبراہٹ اور پریشانی چھوڑ کر مُستقل مزاجی کے ساتھ اپنی اُمیدوں کو قایم رکھ۔

زمانۂ مُصیبت میں صبر و استقلال کو ہاتھ سے نہ دینا جس قدر مشکل ہے۔ خوشحالی و راحت کے زمانے میں اپنے اُوپر ضبط رکھنا بھی اتنا ہی بڑا دانائی کا کام ہے۔ راحت کا زمانہ اور مُصیبت کے دن یہ دو ایسی کسوٹیاں ہَیں۔ جن سے تیری روح کا صبر و استقلال پرکھا جاتا ہے۔ اِن کے سوائے تیری

روح کی آزمائش کا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ چنانچہ جب ان میں سے کوئی تیرے پاس آئے۔ تو بڑی ہوشیاری اور احتیاط سے کام لے ؛

ذرا خوشحالی اور ترقی کے زمانے پر غور کر۔ وہ کیسے مزے سے خوشامد کر کے تجھے اپنے پنجے میں پھنسا لیتا ہے۔ اور کس طرح آہستہ آہستہ تیری تمام طاقت کو سلب اور تیرے سارے حوصلہ وہمت کو غصب کر لیتا ہے ؛

مانا کہ مصیبت میں تم نے مستقل مزاجی کا ثبوت دیا ہے۔ مانا کہ تکلیف میں تو ثابت قدم رہا ہے۔ پھر بھی اپنی طاقت کو اس خیال سے کہ آئندہ تجھے اس کی ضرورت نہیں پڑے گی ۔ گھٹنے نہ دے ؛

ہماری مصیبت کو دیکھ کر ہمارے دوستوں کا بھی دل پسیج اٹھتا ہے اور ہماری کامیابی اور راحت و آرام کو دیکھ کر ہمارے دوست بھی ہم سے حسد کر سکتے ہیں ؛

نیک کاموں کی جڑ بنیاد مصیبت کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ مصیبت بہادری۔ جرأت۔ حوصلہ اور مستقل مزاجی کی دایہ ہے۔ جس کے پاس بہت سا مال بھرا ہوا ہے۔ کیا وہ اور زیادہ مال حاصل کرنے کے لئے اپنی جان کو خطرے میں ڈالتا ہے ؟

وہی شخص سچا عالم اور عقلمند اور نیک اوصاف سے متصف کہلا سکتا ہے۔ جو حالات کے مطابق کام کرتا ہے۔ مگر جب تک اُس پر مصیبت نازل نہ ہو۔ اُس کی یہ صفت عوام کو معلوم نہیں ہوتی ؛

مصیبت کے وقت ہی آدمی کو یہ پتہ لگتا ہے۔ کہ اُس کے دوست پیسے کے ساتھی تھے۔ اور کہ انہوں نے اب اُسے چھوڑ دیا ہے۔ مصیبت کے نازل ہونے پر وہ سمجھنے لگتا ہے۔ کہ اُس کی تمام اُمیدوں کا انحصار صرف

ایک اُسی کی اپنی ذات پر ہے۔ دوسرا کوئی اس کا مددگار نہیں ہے۔ صرف اسی وقت وہ مردانگی اور حوصلہ کے ساتھ مشکلات کا مقابلہ کرتا ہے۔ اور نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں ؛

برعکس اس کے راحت و خوشحالی کے زمانہ میں وہ یہ سمجھتا ہے۔ کہ وہ ہر طرح محفوظ ہے۔ اور کہ اُس کے دوست اس کو پیار کرتے ہیں۔ چنانچہ ان دنوں وہ بے پرواہ ہوجاتا ہے۔ وہ آنے والی مصیبت کو نہیں دیکھ سکتا۔ وہ دوسروں پر کامل بھروسہ کر بیٹھتا ہے۔ اور آخرکار اُنہی سے دھوکہ کھاجاتا ہے ؛

مُصیبت کے زمانے میں آدمی نیک و بد میں تمیز کرسکتا ہے۔ اپنا بھلا بُرا سوچ سکتا ہے۔ مگر راحت اور خوشحالی کے زمانہ میں اُس کی عقل نہیں کام کرتی۔ اس لئے ان دونوں میں مُصیبت کا زمانہ بہتر ہے۔ جو انسان کو صبر و قناعت کا سبق سکھا سکتا ہے۔ مگر خوشحالی کا زمانہ اچھا نہیں ہے جس کے اثر سے وہ مُصیبت کے نازل ہونے پر ایک دم گھبرا اُٹھتا ہے۔ اور پھر اُسی حالت میں اس کی موت واقع ہوجاتی ہے ؛

کسی بات کے مناسب حدود سے متجاوز ہوجانے پر ہمارے جذبات ہم پر حکومت کرنے لگتے ہیں۔ مُصیبت اور راحت کو ایک نگاہ سے دیکھنا دانائی کی علامت ہے ؛

سادہ زندگی بسر کر اور ہر حال میں مست رہ۔ یعنی صبر و قناعت اور استقلال کو کبھی ہاتھ سے نہ دے۔ اس سے ہر وقت اور ہر بات سے تجھے فائدہ پہنچے گا۔ اور لوگ تیری تعریف کریں گے ؛

دانا ہر بات میں اپنا فائدہ ڈھونڈھ نکالتا ہے۔ اور تقدیر کی تمام تبدیلیوں

کو ایک ہی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ وہ نہ سُکھ میں بہت خوش ہوتا ہے۔ اور نہ دُکھ میں غم سے نڈھال ہوتا ہے۔ وہ کبھی کسی صورت میں اپنے اصول سے مُنحرف نہیں ہوتا÷

نہ خوشحالی کے دنوں میں شیخی بگھار۔ اور نہ مُصیبت کے وقت مایوس ہو۔ مُصیبت یا خطرہ کو خود دعوت نہ دے۔ لیکن اگر وہ خود بخود آتا ہے تو آنے دے اِس سے مُنہ چھپاتا نہ پھر۔ جو تیرے ساتھ ہمیشہ رہنے والا ہی نہیں ہے۔ اُس سے ڈرتا کیوں ہے؟

مُصیبت میں مبتلا ہو کر اُمید کو کبھی ہاتھ سے نہ دے۔ اور نہ خوشحالی اور ترقی کے زمانہ میں دانائی اور تدبّر کو خیرباد کہہ÷

جسے ثمرہ پانے میں شک ہوتا ہے۔ اُسے ہرگز کامیابی حاصل نہیں ہوسکتی اور جو شخص اُس گڑھے کو نہیں دیکھ سکتا۔ جو اُس کی آنکھوں کے سامنے ہے اُس کے سر پر تباہی آئے بغیر نہیں رہ سکتی÷

جو شخص یہ کہتا ہے۔ کہ میری بہبودی خوشحالی میں ہی ہے۔ اور اُسی میں مجھے حقیقی راحت نصیب ہوسکتی ہے۔ وہ ایک طرح سے اپنے جہاز کو ریت کی سطح پر لنگر ڈال کر کھڑا کر رہا ہے۔ جسے جوار بھاٹا بہا لے جاتا ہے÷

جیسے پہاڑ سے نکل کر سمندر میں جا ملنے والا پانی دریا کی شکل میں راستے کے تمام کھیتوں کو سیراب کرتا جاتا ہے۔ مگر کہیں ٹھہرتا نہیں۔ اُسی طرح شُدنی ہر شخص کے پاس دورہ کرتی ہے۔ مگر ٹھہرتی کسی کے پاس نہیں۔ کیونکہ وہ ہر وقت متحرک رہتی ہے اور ہوا کی مانند چنچل ہے۔ اِس لئے تو اسے پکڑ کر نہیں بٹھا سکتا۔ جب تجھ پر اس کی نظرِ عنایت ہوتی ہے۔ اس وقت تجھے

راحت۔ سکھ حاصل ہوتا ہے۔ لیکن جب تو اُس کا استقبال کرنا چاہتا ہے۔ اس وقت وہ دوسروں کے پاس نکل بھاگتی ہے ؛

دوسری فصل

بیماری اور تکلیف

جسمانی عارضہ کا اثر رُوح پر بھی پڑے بغیر نہیں رہتا۔ جب تک اُن میں سے ایک مضبوط و توانا نہ ہو۔ دوسرا مضبوط و توانا نہیں ہو سکتا ؛

امراض میں تکلیف درد کا درجہ سب سے بڑھ چڑھ کر ہے۔ قدرت نے اس کے دفعیہ کے لئے کوئی دوا تیار نہیں کی ؛

جب تیرے ہاتھ سے صبر و قرار کا دامن چھوٹنے لگے۔ اُس وقت اُمید کو پیشِ نظر رکھ۔ اور جب تیری مُستقل مزاجی جواب دینے لگے۔ اُس وقت سوچ و بچار سے کام لے ؛

دُکھ بھوگنا۔ تکلیف اٹھانا انسان کا طبعی خاصہ ہے۔ کیا تو چاہتا ہے کہ کوئی آسمانی طاقت آکر تجھے بچا لے ؟ اے برادر! تو بڑا سادہ لوح ہے جب تو دیکھتا ہے۔ کہ سبھی لوگ تکلیف اُٹھاتے ہیں۔ پھر تو اپنی باری میں کیوں گھبراتا ہے ؟

جو دُکھ تیرے مقدّر میں لکھ دیا گیا ہے۔ اُس سے بچنے کی کوشش کرنا بے انصافی ہے۔ ظُلم ہے۔ تقدیر جو کچھ تیرے سامنے پیش کرے۔ اُسے چُپ چاپ

قبول کر لے ؞

اے موسمو! تم نہ بدلو۔ ورنہ میری عمر کم ہو جائے گی؟" کیا اس قسم کی باتیں کہنے سے وہ مان جائیں گی؟ جس بات کا کوئی علاج نہیں ہو سکتا۔ اس کو برداشت کر لینا ہی بہتر ہے ؞

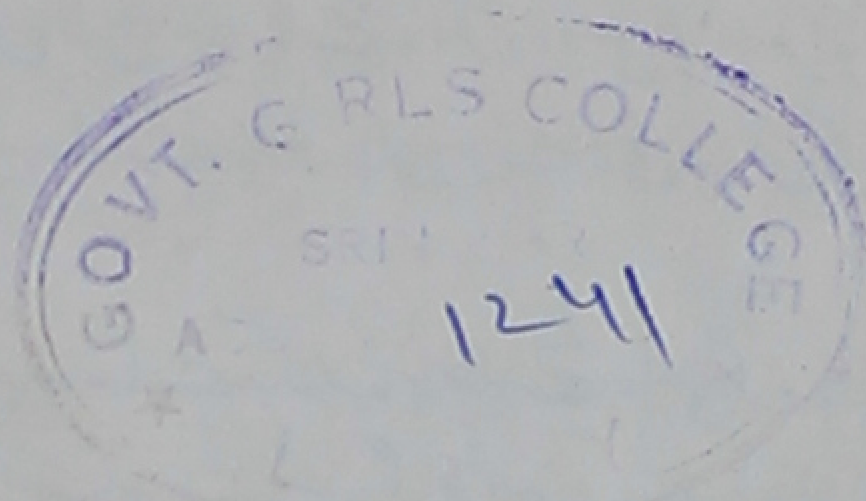
جو تکلیف بہت دیر تک رہتی ہے۔ وہ تیز ——— ناقابلِ برداشت ——— نہیں ہوا کرتی۔ چنانچہ اس کے بارے میں شکایت کرتے وقت تجھے شرم محسوس ہونی چاہیئے ؞

جو تکلیف تیز نہیں ہے۔ وہ آخر تک قائم رہتی ہے۔ اِس لئے تجھے چاہیئے۔ کہ آخر تک اُسے سہہ لے ؞

جسم اِس لئے بنایا گیا تھا۔ کہ وہ روح کا تابع فرمان رہے ؞

جسمانی راحت و آرام کے لئے رُوح کو تکلیف پہنچانا روح کی نسبت جسم کی زیادہ قدر و منزلت کرنا ہے ؞

کانٹوں میں الجھ کر کپڑوں کے پھٹ جانے سے جیسے داناؤں کو افسوس یا رنج نہیں ہوتا۔ اسی طرح مستقل مزاج آدمی کو اگر جسمانی تکلیف ہو تو وہ اس سے اپنی روح کو دُکھ نہیں پہنچنے دیتا ؞



تیسری فصل

موت

جیسے کیمیا گر کا امتحان سونا تیار کرنے سے ہوتا ہے۔ اُسی طرح زندگی اور اس کے کاموں کی جانچ کا ذریعہ ہے۔ اگر زندگی کا امتحان کرنا مقصود ہے تو اُس کے آخری وقت سے کر۔ اس سے تجھے معلوم ہو جائے گا۔ کہ تیری زندگی کیسی گزری ہے ؛

صداقت کا نور اسی جگہ چمکتا ہے۔ جہاں فریب یا ریاکاری نہیں ہوتی ؛

جو شخص یہ جانتا ہے۔ کہ مرنا کس طرح چاہیئے۔ سمجھ لے کہ اُس نے اپنی زندگی رائیگاں نہیں کی ؛

اسی طرح جو شخص اپنی زندگی کے آخری حصّہ کو قابل تعریف بنا رہا ہے۔ اُس نے بھی اپنا جنم اکارت نہیں گنوایا۔ اس کی زندگی سپھل سمجھنی چاہیئے ؛

جیسے جس طرح مرنا چاہیئے۔ اگر وہ اسی طرح مرا۔ تو اُس کا جنم اکارت نہیں گیا یا جس نے ہنستے ہنستے جان دے دی۔ اُس کی زندگی بھی بیکار نہیں گئی ؛

جو شخص جانتا ہے۔ کہ مرنا برحق ہے۔ یعنی کہ وہ ایک روز ضرور مریگا۔ اُسی کو تمام عمر سُکھ ملتا ہے۔ مگر جو شخص یہ نہیں جانتا۔ اُسے سُکھ نصیب

نہیں ہوتا۔ اور اگر تھوڑا بہت ملتا بھی ہے۔ تو نہائیت بیش قیمت ہیرے کی مانند اُس کے گم ہو جانے کا خوف ہر وقت دامنگیر رہتا ہے ؛

کیا تیری خواہش یہ ہے۔ کہ مردوں کی طرح مرے؟ اگر ہے۔ تو سب سے پہلے اپنے عیوب کا گلا گھونٹ ڈال ؛

خوش قسمت ـــــ وہ ہے۔ جو موت کے آنے سے پہلے ہی اپنی زندگی کا کام ختم کر دیتا ہے۔ اور جب موت آئے۔ اُس وقت مرنا ہی اپنا فرضِ مقدم سمجھتا ہے۔ اور جو یہ کہتا ہے۔ کہ میری زندگی کا کام پُورا ہو چکا۔ میری حیات کے مقصد کی تکمیل ہو چکی۔ اب میرے مرنے میں تاخیر ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے ؛

بہادری کے ساتھ موت کا مقابلہ کر۔ اس سے مُنہ موڑنا بزدلی ہے ؛

تو نہیں جانتا۔ کہ موت درحقیقت کیا چیز ہے۔ تُو تو بس یہی سمجھتا ہے کہ اس سے تیرے دُکھوں کا ـــــ تیری تکالیف کا خاتمہ ہو جاتا ہے ؛

یہ لازمی نہیں۔ کہ طویل زندگی پُر راحت بھی ہو۔ پُر راحت۔ کامیاب اور اچھی زندگی وہی ہے۔ جس کا بہترین استعمال کیا گیا ہو ؛

عزّت و شہرت اُسی کو نصیب ہوتی ہے۔ جو اپنی زندگی کا بہترین استعمال کرتا ہے۔ مرنے کے بعد بھی اس کی رُوح کو سچی اور ابدی راحت حاصل ہوتی ہے ؛

ختم شُد